

مفید الانام

(ترجمہ)

حقیقت الاسلام

(تصنیف)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

(مترجم)

حضرت مولانا رسول بخش مہر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

المدینہ دارالاشاعت

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ 38- اردو بازار، لاہور Tel: 042-7320682 Fax: 7312801

باسمہ تعالیٰ

مُضِيدُ الْاِنَامِ

اُردو ترجمہ

حَقِيقَةُ الْاِسْلَامِ

تصنيف

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ

مترجم

حضرت علامہ مولانا رسول بخش مہر آبادیؒ

ترتیب و تہیہ

مفتی محمد حفیظ اللہ مہروی ۱۰ ایم۔ اے عربی و اسلامیات

صدر مدرس دارالعلوم محمدیہ فریدیہ انوار الاسلام لودھراں

الْمَدِينَةُ دَاالْاِسْلَامِ

یو۔ س۔ مارکیٹ، غزنی سٹریٹ 38- اردو بازار۔ لاہور فون نمبر: 7320682



جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب..... مفید الانام
 اردو ترجمہ..... حقیقت الاسلام
 مصنف..... حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی
 مترجم..... حضرت علامہ مولانا رسول بخش مہر آبادی
 ترتیب و تخریج..... مولانا مفتی محمد حفیظ اللہ مہروی
 مطبع..... 14- اگست 1999ء
 کتابت..... عبدالرزاق قادری۔ محمد ظفر آفتاب
 ٹائٹل..... المدینہ گرافکس اردو بازار لاہور
 ناشر..... المدینہ دارالاشاعت اردو بازار لاہور
 ہدیہ..... روپے

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات
	تعارف مصنف رحمۃ اللہ علیہ (مولانا محمد امیر احمد نوری)
	تعارف مترجم رحمۃ اللہ علیہ (مولانا محمد امیر احمد نوری)
	ابتدائیہ
	اظہار تشکر
	خطبہ از مترجم رحمۃ اللہ علیہ
	خطبہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ
	قسم اول حقوق اللہ تعالیٰ (بالواسطہ ہوں یا بلا واسطہ)
	فصل اول : حقوق اللہ تعالیٰ (بلا واسطہ)
	فصل دوم : حقوق اللہ تعالیٰ بواسطہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم
	فصل سوم : حقوق اللہ تعالیٰ بواسطہ صحابہ کرام و اہل بیت ^{عظما}
	فصل چہارم : حقوق اللہ تعالیٰ بواسطہ علمائے ربانیین
	قسم دوم حقوق العباد -
	فصل اول : والدین کے حقوق اولاد پر -
	فصل دوم : والدین کے دوست و اجاب کے حقوق -
	وصلہ کا مفہوم -
	فصل سوم : اقرباء (خویش واقارب) کے حقوق -
	فصل چہارم : اساتذہ و مشائخ اسادات کرام کے حقوق -
	فصل پنجم دودھ پلانے والی کے حقوق -

عنوانات

صفحہ نمبر

قسم سوم	حاکم اور سلطان کے حقوق رعایا پر
فصل اول :	اُبرا و حکام کی اطاعت کا وجوب۔
فصل دوم :	قاضی اور حج حضرات کے حقوق۔
فصل سوم :	شوہر کا حق زوجہ پر
فصل چہارم :	مالک کے حقوق نوکروں اور غلاموں پر
قسم چہارم	مخکوم کے حقوق حاکم پر
فصل اول :	رعیت کے حقوق بادشاہ اور امیر پر
فصل دوم :	رعایا کے حقوق قاضی پر
فصل سوم :	زوجہ کے حقوق شوہر پر
فصل چہارم :	اولاد پر شفقت (اولاد کے حقوق والدین پر)
فصل پنجم :	غلاموں، نوکروں کے حقوق آقاؤں پر۔
قسم پنجم	ہمسایہ، دوست اور ہمسفر کے حقوق۔
	کلماتِ قرآنی کی تشریح مزید
	فائدہ
قسم ششم	عام مؤمنین اور کمزوروں کے حقوق۔
	مطالبِ حدیث
	مطالبِ حدیث
	شرح حدیث
	بنی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ابوتِ روحانی کا بیان (حاشیہ)
	وعدہ ابراہیمی کی تشریح (حاشیہ)
	"الْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ" کی تفسیر (حاشیہ)
قسم ہفتم	اپنے آپ پر خود واجب کردہ حقوق۔

	فصل اول : وہ حقوق جنکے وجوب کا سبب کوئی طاعت ہو نذر کی معقولیت (حاشیہ) نذر کی مشروعیت (حاشیہ) منت کے حرام ہونے کے اسباب (حاشیہ)
	فصل دوم : وہ حقوق اللہ جو کسی جائز کام کی وجہ سے واجب ہوتے ہیں۔
	فصل سوم : وہ حقوق اللہ جنکے وجوب کا سبب کوئی گناہ ہو۔
	فصل چہارم : بندوں کے وہ حقوق جو کسی طاعت کی وجہ سے واجب ہوتے ہوں۔
	فصل پنجم : وہ حقوق العباد جن کے وجوب کا سبب کوئی امر مباح ہو۔ ”مخلة“ کی جامعیت
	فصل ششم : قرض ادا کرنے کی تاکید
	فصل ہفتم : وہ حقوق العباد جنکے وجوب کا سبب کوئی گناہ ہو۔ فائدہ ، فائدہ فائدہ شرح حدیث لَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ ... کی تفسیر تذئیل شرح آیت شرح حدیث

تعارف مصنف رحمۃ اللہ علیہ

دنیا نے اب دُکھ میں انبیاء علیہم السلام کے علاوہ بہت سے بندگانِ خدا رسیدہ ایسے ملتے ہیں جنہوں نے اپنی سیرت و کردار اور علم و فضل کے وہ ائمہٴ نقوش چھوڑے ہیں جو آنے والوں کیلئے مینارۂ نور ہیں جنہیں اہل زمانہ رہتی دنیا تک اپنے تغافل اور کوشش کے باوجود بھی نہ تو فراموش کر سکے ہیں اور نہ کبھی فراموش کر سکیں گے۔

ایسے حضرات کے کارنامے نہ صرف صفحاتِ تاریخ کا جلی عنوان بنے ہیں بلکہ استبدادِ زمانہ کے باوجود بھی آج تک زبان زدِ خلایق ہیں اور رہیں گے۔ انہی برگزیدہ صاحبانِ علم و فضل حضرات میں سے ایک زیرِ نظر کتاب ”حقیقت الاسلام“ کے مصنف علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ والا صفات بھی ہے۔

خاندان اور سن و ولادت :- آپ حضرت امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مقدس حانوادہ کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کا خاندان ہمیشہ علم و فضل کا گہوارہ رہا ہے اور اس خاندان کے بہت سے افراد اپنے اپنے دور میں عہدہ قضا پر یکے بعد دیگرے فائز رہے چنانچہ اس حقیقت کو خود قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے رشتحاتِ قلم سے صفحہ قرطاس پر آراستہ فرمایا۔

”فقیر و برادر فقیر و پدر فقیر خدمت قضا مبتلا شدند“

فقیر خود، فقیر کا بھائی اور فقیر کے والد گرامی خدمتِ قضا میں مبتلا ہوئے ہیں۔
تحصیلِ علوم و ذوقِ مطالعہ :- آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا، سولہ سالہ عمر میں تفسیر و حدیث، فقہ و اصول فقہ اور دیگر تمام علومِ نقلیہ و عقلیہ میں یدِ طولیٰ حاصل کر لیا۔

فن حدیث پاک کی تحصیل و تکمیل امیر المومنین فی الحدیث بالہند

الشاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ ذکاوت، دکانت، جوہرہ طبع
 قوہ فکر اور فہم و فراست میں قدرت نے آپ کو وہ کمال عطا فرمایا تھا کہ اپنے
 جہد میں اپنی نظیر آپ تھے۔

ذوقِ مطالعہ اور قوتِ حافظہ کا اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ
 آپ نے صرف زمانہ طالب علمی میں درسی کتب کے علاوہ اکابر محققین کی
 ساڑھے تین سو کتب کا مطالعہ فرمایا تھا۔

باطنی علوم کی تکمیل و تربیت :- علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علوم باطنیہ

کی تحصیل اور روحانی تربیت کیلئے آپ اہداء حضرت الشیخ محمد عابد السنانی رحمۃ اللہ
 سے بیعت طریقت کا شرف حاصل کیا۔ ان کے وصال کے بعد حضرت مرزا جان
 جانا حبیب اللہ مظہر شہید رحمۃ اللہ علیہ کے چشمہ فیض سے سیراب ہو کر طریقہ
 نقشبندیہ مجددیہ کے آخری مقامات طے کئے۔ تفسیر مظہری اسی تعلق کی آئینہ دار
 ہے۔

اپنے مرشد کریم سے ظاہری اکتساب کے ساتھ ساتھ مبشرات و منامات
 مبارکہ میں حضور عوث صمدانی۔ قندیل نورانی، شہباز لامکانی سیدنا الشیخ عبدالقادر
 الجیلانی اور اپنے جدِ اجداد شیخ جلال الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہما سے بھی روحانی
 تربیت خوب پائی۔

جلالتِ شان و علو مقام :- طالبِ صادق کے مراتبِ باطنی کا اندازہ
 صرف اصحابِ باطن ہی لگا سکتے ہیں جن کا نفس مطمئنہ عالمِ ملکوت کا شہباز رہتا
 ہوتا ہے اسلئے قاضی صاحب کی جلالتِ شان اور علو مقام کے متعلق ایسے ہی حضرت
 کے ارشادات ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ آپ کے مرشد اول حضرت شیخ محمد عابد السنانی رحمۃ اللہ علیہ نے مسنف
 کو ”علم الہدی“ کا لقب عطا فرمایا۔

۲۔ آپ کے استاد زادہ سنا محمد ثمن حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بیہقی وقت "قرار دیا ہے۔

۳۔ آپ کے مرشد ثانی، قطب ربانی حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ :-

— میرے دل میں ثناء اللہ کی بڑی قدر و منزلت اور ہیبت ہے اس میں ملکوتی صفات میں فرشتے بھی اُسکی تعظیم کرتے ہیں۔ بروزیقیات اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ :-

"دینا سے کیا تحفہ لائے ہو؟" تو میں ثناء اللہ کو پیش کر دوں گا۔

طاعت و عبادت اور خدمت خلق :- آپ کا بیشتر وقت عبادت میں گزرتا تھا۔ روزانہ سو رکعت نماز نفل آپ کا معمول تھا۔ نماز تہجد میں قرآن پاک کی ایک منزل روزانہ تلاوت فرماتے۔

عہدہ قضا اور عدالتی ذمہ داریاں پوری ایمانداری اور اسلام کے نظام عدل کے عین مطابق سرانجام دیتے رہے اور عدل و انصاف کو ہمیشہ قائم اور سر بلند رکھا۔ اور خلق خدا کو تاحیات نینس پہنچاتے رہے۔ چنانچہ پیر محمد اور سید محمد وغیرہ حضرات نے آپ ہی سے طریقت و سلوک کی تکمیل کی۔

تصانیف و تالیفات :- آپ کی تصانیف کثیر تعداد میں ہیں، تقریباً تیس کے لگ بھگ ہیں۔ لیکن یہاں ان میں سے

چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ تفسیر مظہری :- دس جلدوں پر مشتمل ایک عمدہ، معتبر اور متداول تفسیر ہے جس میں قدیم مفسرین کے اقوال، جدید تاویلات، تصوف اور فقہی مسائل کا بہترین استباط کیا گیا ہے۔ (عربی میں ہے)۔

۲۔ حقیقت الاسلام :- حقوق اللہ اور حقوق العباد پر ایک جامع کتاب ہے۔

علم حدیث میں آپ کے تبحر علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

۳۔ مالا بدمنہ (وہ چیز جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو)
ایمانیات و اعتقادات کے بعد نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور احسان پر مشتمل
ایک بہترین جامع کتاب ہے مگر حج کا بیان نہایت اختصار کے ساتھ صرف چند سطروں
میں کیا گیا ہے۔ آخر میں عمیقہ و قربانی کے مسائل، وصیت نامہ اور کھنریہ کلمات پر
مشتمل رسائل بھی اُسکے ساتھ شامل ہیں۔ اپنی جامعیت و افادیت کے پیش نظر
تاحال داخل نصاب ہے۔

۴۔ تذکرۃ الموتی والقبور

موت و ما بعد الموت کے احوال، سماع موتی، حیات بعد الموت،
ایصالِ ثواب اور اسطرح کے دیگر اعتقادی مسائل کو قرآن و سنت کی روشنی
میں بیان فرما کر عفا بذحہ اہلسنت پر مہر تصدیق ثبت فرمادی ہے۔
تبشیر و تنذیر اور تبلیغ کیلئے احادیث و دلائل کا ایک بہترین مجموعہ ہے۔

۵۔ السیف المسلول (رد شیعہ)

۶۔ ارشاد الطالبین (سلوک)

۷۔ الشہاب الثاقب

۸۔ تذکرۃ المعاد

۹۔ رسالہ در حرمتِ متعہ

۱۰۔ وصیت نامہ

وفاتِ حسرتِ آیات :- ۱۲۱۵ھ میں آپ کا وصال باکمال ہوا۔

فَنَهُم مَّكْرُمُونَ فِي جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ آپ کی وفات کا تاریخی مادہ ہے۔

متبرک کفن :- کسی بابرکت کپڑے میں کفن دینا سنت ہے، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے کفن میں رکھوائی تھی۔

اسی کے پیش نظر حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی تھی کہ جو چادر حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عطا کردہ ہے اس کو میرے کفن میں شامل کیا جائے۔

الباقیات الصالحات :- آپ کے تین بیٹے تھے۔ احمد اللہ، کلیم اللہ اور لیل اللہ۔ سب بڑے صاحبزادے "احمد اللہ" بہت بڑے عالم تھے، آپ کی حیات میں ہی وفات پا گئے تھے۔ قاضی صاحب علیہ الرحمۃ وصیت نامہ میں ان ہی کے متعلق فرماتے ہیں۔ "درخاندان فقیر، ہمیشہ علما شدہ اند کہ در ہر عصر محتا ز بودہ اند و از فرزندان فقیر احمد اللہ این دولت رسانیدہ بودہ خدایش بیا مرزد، رحلت فرمود۔"



تعارف مترجم رحمۃ اللہ علیہ

یوں تو دنیا میں ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں مگر کچھ لوگ ایسے بھی آتے ہیں جو جاتے ہوئے اپنی یادوں کے دلکش اور حسین نقوش چھوڑ جاتے ہیں۔ ان کی یہی یادیں پیچھے رہ جانے والوں کیلئے سرمایہ اور زندگی کے رہنما اصول قرار پاتی ہیں۔

یہ نقوش کبھی تعلیم و تعلم، اخلاق و محبت اور اخلاص و ہمدردی کی شکل میں ہوتے ہیں تو کبھی صلہ و احسان، عفو و درگزر اور مہربانی و سخا کی صورت میں۔ کبھی یہ نقوش خدمت دین کا صلہ ہوتے ہیں تو کبھی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نعمتِ عظمیٰ کا صدقہ۔ کبھی یہ نقوش کسی صدقہ جاریہ میں مضمر ہوتے ہیں تو کبھی اُسکی عطا کردہ توفیق و بخشش کا نشان۔ کبھی عوام کی بھلائی اور خدمت کا نتیجہ ہوتے ہیں تو کبھی راہِ حق میں صعوبتوں اور کلفتوں کے برداشت کرنے کا انعام۔

انہی یاد آنے والے حضرات اور انعام یافتہ مردانِ حق میں سے ایک گنام شخصیت حضرت علامہ مولانا رسول بخش مہر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا وجود مسعود بھی ہے۔
ولادت باسعادت :- تاریخ اور مہینہ حتمی طور پر معلوم نہیں ہو سکے تاہم سن پیدائش آپ کا ۱۹۱۹ء حتمی ہے۔

ولدیت :- ملک مقبول محمد صاحب مرحوم

مقام پیدائش :- چاہ کریم دادوالہ، تحصیل جلالپور پیر والہ ضلع ملتان۔

تعلیم و تربیت :- علاقہ کے معروف استاد حافظ محمد یار صاحب نوشہروی سے قرآن پاک ناظرہ پڑھا، پھر سکول داخل ہوئے وہاں اپنے علومِ عصریہ میں مدٹل تک تعلیم حاصل کی۔

دینی تعلیم کی ابتدا اپنے محسن و مہربان ماموں اور حضور قبلہ عالم گولڑویؒ

کے مرید صادق حضرت مولانا محمد قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ سکندر نامہ، منتہی شریف، سبحة الابراز، مطالع الانوار اور دیوان حافظ تک تمام فارسی کتب سبقاً مکمل فرمائیں۔

صرف، نحو، منطق کے ابتدائی رسائل اور علم طب کی تکمیل حضرت مولانا غلام رسول بصیروی سے کی۔ بعد ازیں بہادرپور گھلوں لٹریٹری لے گئے تو وہاں ہدایتہ النحو، مرقاة وغیرہ کتب کے علاوہ ابن تجوید بھی مکمل فرمایا۔ اسی دوران آپ کے استاد گرامی انتقال فرما گئے اور اسی عرصہ میں آپ امام الواہلین مہر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست یر بیعت ہوئے۔

پھر تحصیل علوم و تکمیل فنون کیلئے فخر المحدثین، قدوة العارفين، حضرة العلامة السيد پیر عبد اللہ شاہ محدث غازی پور رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ تو قبلہ پیر صاحب نے بڑی محنت و محبت سے منقولات و معقولات کی تکمیل تھوڑے ہی عرصہ میں کرادی۔ حضرت شیخ الجامد علامہ گھوٹوی سے بھی آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے۔

دور و حدیث شریف اور سند تکمیل کیلئے امام الواہلین سند الکاملین، حجتہ العارفين، بحر العلوم حضرت العلامة السيد ابو محمد امام شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں آپ کو مہر آباد شریف بھیج دیا گیا۔ یہاں آپ نے دورہ حدیث کے علاوہ تصوف و اخلاقیات اور ربح محیّب جیسے ادق علوم بھی حاصل کئے اور بیس بائیس سال کا عرصہ اپنے مرشد لائانی کی خدمت میں رہ کر مراتب سلوک اور منازل طریقت طے کرتے رہے۔

علمی مقام :- آپ ایک مستند عالم، شاندار مدرس، زبردست فقیہ، وسیع النظر محقق اور حقیقت شناس مفکر تھے۔ ایسے واقعات بکثرت وقوع پذیر ہوتے رہے ہیں جن سے آپ کی جلالت و تفوق علمی کا پتہ چلتا ہے لیکن ان اوراق میں ان کی گنجائش نہیں ہے۔

تاہم میرے نزدیک آپ کے علم و مقام اور جلالتِ شان کیلئے آپ کا یہ مسلمہ اعزاز بہت بڑی عظمت و بزرگی کی دلیل ہے بلکہ خود بھی اپنے لئے اسی کو سب سے بڑا شرف و اعزاز گردانتے تھے کہ آپ کا شمار حضرت امام الواصلین کے مابین ہوتا ہے۔

عادات و اخلاق :- متوکل علی اللہ، خوش اخلاق، ملنسار، کریم النفس

شریف الطبع، صابر، شاکر، ہر ایک کے غمگسار، اطاعت شعار، کم گو، نرم خو،

منکسر المزاج، نہایت متواضع مگر خود دار اور حق گوئی میں بے باک مرد تھے۔

صداقت و حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ تکالیف و مصیبتیں برداشت کر لیتے

مگر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان واجب الاذعان کے مقابلہ

میں کسی بڑے سے بڑے جاگیر دار، سرمایہ دار اور وقت کے افسر اعلیٰ کو خاطر

میں بھی نہ لاتے۔ مضبوط جھٹان کی طرح ڈٹ جاتے۔

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ .

عبادت و ریاضت :- تہجد اور تہجد کے ساتھ مروجہ اذکار، تقریباً

تین چار پارے قرآن پاک کی یومیہ تلاوت، مجموعہ وظائفِ چشتیہ، دلائل الخیرات،

اشراق، چاشت، اوٹابین، اور دیگر نوافلِ شبانہ آپ کے ہر روز کا معمول تھا۔

وظائفِ وقتی اور اورادِ توقیتی ان کے علاوہ ہوا کرتے تھے۔

وصال سے چند سال قبل اپنے اوراد و وظائف میں بہت ہی اضافہ

فرمایا تھا۔ چنانچہ مجموعہ شریف اور دلائل الخیرات جو آپ کو حفظ ہو چکے تھے،

ہر روز مکمل پڑھ دیا کرتے تھے۔ صلوٰۃ التبیح اور اس طرح کی مزید دیگر نوافلِ عبادت

بھی ہر روز پڑھا کرتے تھے۔ درود شریف تو ہر وقت وردِ زبان رہتا۔ بایں ہمہ تدریس

میں بھی فرق نہ آنے دیتے۔

شیخ کریم سے روحانی تعلق و استفادہ :- اپنے ہادی مکرم، مرشدِ فخر

امام الواصلین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کا روحانی تعلق اس قدر مستحکم و مضبوط تھا کہ ہم نے بارہا مرتبہ آپ کو امام الواصلین کی شکل و صورت میں متشکل پایا۔

اس کیفیت میں تدریس کے دوران آپ کی تحقیق، استدلال و استنباط کا انداز بھی نرالا ہوا کرتا تھا۔ ایسی حالت میں تقریر اسباق کے دوران آپ کبھی کبھی راحت و سرور سے بھرپور تبسم بھی فرمایا کرتے جسکی لذت و چاشنی محسوس تو کی جاسکتی تھی مگر کم از کم مجھ سے تو بیان نہیں ہو سکتی۔

کوالف وصال :- اس دوران آپ دارالعلوم محمدیہ فریدیہ میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ پانچ مئی ۱۹۹۱ء، ۲۰ شوال المکرم ۱۴۱۲ھ التوار کا دن تھا۔

تقریباً دس بجے صبح آپ نے تازہ وضو فرمایا۔ مثنوی شریف پڑھا کر فارغ ہوئے، دارالحدیث میں تشریف فرما ہوئے، ہاتھ میں تسبیح، درود شریف و رد زبان تھا بس اچانک سر بسجود ہو گئے۔ اپنے مالک حقیقی کا اسم ذات "اللہ صو" ذکر کرتے ہوئے جان مستعار! جانِ آفریں کے سپرد فرمائی۔

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

تدریسی خدمات :- مرشدِ کریم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر آپ نے درسیات کی تدریس کا آغاز فرمایا اور غازی پور، حاضل پور، میلسی، مہرا آباد شریف اور لودھراں میں اہلسنت کے مرکزی مدارس میں کامیاب تدریس فرماتے رہے۔

طریقہ تدریس :- طالب علم سے عبارت پڑھوا کر اسی سے ترجمہ کرواتے دستگی عبارت اور تصحیح اعراب کا عمل اس دوران مسلسل جاری رہتا۔ جب عبارت حل ہو جاتی اور متن کے مفہوم کا ایک اجمالی خاکہ طالب العلم کے ذہن نشین ہو جاتا تو آپ ایک جامع تقریر فرمادیتے جس سے طالب علم کے باقی ماندہ اشکالات بھی رفع ہو جاتے اور سبق بھی یاد ہو جاتا۔

درسیات کی بڑی کتب کی تدریس کے دوران عبارتہ ، ترجمہ اور درستگی اغلاط کے بعد اکثر تقریر بھی طالب علم سے کرواتے — آخر میں آپ ایک مختصر جامع ، دلائل و براہین سے بھرپور تقریر فرمادیتے جو متعلقہ فن کے علمی لطائف و نکات اور دیگر ضروری نکات پر مشتمل ہوتی نیز تشریح متن و توضیح مطالب میں کافی دوائی ہوا کرتی تھی۔

تحریر کی خدمات :- تدریسی مصروفیات ، کثرت مشاغل اور دیگر عوامل و عواملی زمانہ کی بنا پر آپ کوئی باقاعدہ نئی کتاب تو تصنیف نہیں فرما سکے البتہ مقدمات علیہم الرضوان کی درج ذیل فارسی ، عربی کتب کا اردو میں ترجمہ فرمادیا ہے جو وقت کی اہم ضرورت بھی ہے اور آپ کے ذوق طبع کا ترجمان بھی۔

۱۔ حقیقت الاسلام۔ فارسی (حقوق) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ
۲۔ شرح قصیدہ ابن بنت ابی الملیق۔ عربی (تصوف)

شارح حضرت الشیخ احمد ابن علان رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ شرح قصیدہ ابی مدین۔ عربی شارح الشیخ احمد ابن علان رحمۃ اللہ علیہ۔

۴۔ مواظب بلینہ من زبور سیدنا داؤد علیہ السلام۔ عربی (نامکمل)

اولاد :- اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو اولادِ صالحہ کی نعمت عظمیٰ سے بھی سرفراز فرمایا ہے۔ اولادِ ترینہ میں آپ کے یمن صاحبزادے یادگار ہیں۔ تینوں ہی زیورِ تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔

۱۔ مولانا محمد فیض اللہ مہروی :- آپ کے فرزندِ اکبر ہیں۔

درسیات کی ابتدائی کتب اپنے والدِ گرامی علیہ الرحمۃ سے اور بقیہ علوم کی تحصیل دیگر مدارس میں کی۔ سکول میں معلم کی حیثیت سے ملکِ ملت کی خدمت میں مصروف عمل ہیں

۲۔ علامہ مفتی محمد عفیظ اللہ المہروی :- یہ آپ کے فرزندِ اوسط

ہیں۔ دارالعلوم محمدیہ فریدیہ الوار الاسلام لودھراں میں صدر مدرس ہیں الحمد للہ

علی منہ۔ آپ فتاویٰ نویسی اور علومِ متداولہ کی تدریس کے فرائض بطریقِ احسن انجام دے رہے ہیں۔ راقم الحروف کی ملاقات اکثر ہوتی رہتی ہے۔ تملق برطرف آپ کا ذوقِ لائقہ قابلِ تحسین ہے اور اپنے والدِ گرامی کی علمی وراثت کے امین ہیں چند مفید تحقیقی رسائل بھی تصنیف کر چکے ہیں جو زیور طباعت سے آراستہ ہونے کے منتظر ہیں۔

۳۔ سعید احمد قمر :- آپ کے فرزندِ اصغر ہیں، علومِ عصریہ میں اعلیٰ التعلیم یافتہ ہیں، علاقہ کے کیڈٹ ساز تعلیمی اداروں میں اپنی انتظامی، تدریسی اور علمی صلاحیتیں منوا چکے ہیں۔

تلامذہ :- آپ رحمۃ اللہ تاحیات تشنگانِ علومِ دینیہ کی علمی پیاس بجھاتے رہے، علوم و معرفت کے اسوہِ چشمہ صافی سے سیکڑوں تلامذہ سیراب ہوئے اور وطنِ عزیز کے اطراف و اکناف میں دینِ اسلام کی ترویج و اشاعت میں تبلیغی، تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

ان تمام خوش قسمت احباب کا تفصیلی تذکرہ تو یہاں نہیں کیا جاسکتا تاہم چند ایک تلامذہ کے اسمائے گرامی تعارفاً درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ آپ کے تینوں لختِ جگر جن کا تعارف "اولاد" میں ہو چکا ہے۔

۲۔ پیرزادہ مقبول احمد ہاشمی قریشی :- بانی مدرسہ عربیہ شمس العلوم عنایتی تحصیل خیر پور ضلع بہاولپور۔ آپ سنی مشائخِ طریقت میں قابلِ صد تکریم اور قد آور شخصیت کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔

۳۔ مولانا محمد طفیل احمد سعیدی۔ آپ منجھ ہوئے مقرر اور جادو بیان خطیب ہیں۔ چند ایک مفید رسائل کے مصنف و مولف بھی ہیں۔

۵۔ مولانا حافظ خدا بخش صاحب :- ناظمِ عالی دارالعلوم
 محمّدیہ فریدیہ انوار الاسلام لودھراں۔ آپ مدرسہ کی نظامت کے ساتھ ساتھ
 مسلک کی ترویج میں مصروفِ عمل ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ کریم ایسے اسباب و وسائل مہیا فرمائے
 جن کی بدولت آپ کے دیگر علمی جواہر پارے بھی طباعت سے آراستہ ہو کر
 افادہ عام میں آسکیں۔

(وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ)۔

محمد امیر احمد نوری نقشبندی مجددی سواگی
 مدرس و مہتمم مدرسہ غوثیہ مہریہ امام العلوم حاصل والہ
 ڈاکخانہ جھابنی واہن تحصیل کہروڑ پکا ضلع لودھراں

ابترائیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ : قَالَ اللّٰهُ
تَبَارَکَ وَتَعَالٰی ۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَدْخُلُوْا فِی السِّلٰمِ
کَافَّةً ۙ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ
کسی بھی مرض سے شفا یابی کیلئے تجویز کردہ نسخہ چند اجزاء پر مشتمل
ہوتا ہے۔ وہی اجزاء اس کے اجزائے ترکیبی کہلاتے ہیں۔

— یہ اجزائے ترکیبی بنیاد کا طور پر تین طرح کے ہوتے ہیں —

۱۔ مرض پر براہ راست اثر انداز ہونے والے۔

یہی اجزاء اس نسخہ کے جزو اعظم کہلاتے ہیں۔

۲۔ جزو اعظم کی مساوت سے بیماری پر اثر انداز ہونے والے۔

۳۔ وہ اجزاء جو مرض پر اثر انداز ہونے کے علاوہ نسخہ کی تزئین و آرائش
بھی کر دیتے ہیں۔

اس سہ قسمی مجموعہ کا نام اطباء اور حکماء حضرات معجون، جو ارش و غیرہ
رکھ لیتے ہیں۔

اسی طرح کفر و شرک، فسق و فجور، ضلالت و گمراہی، حسد، بغض
کینہ اور عداوت جیسی مہلک امراض باطنیہ سے شفا یابی کیلئے بھی روحانی معالج
نے ایک شاندار کامیاب اور پاکیزہ نسخہ ترتیب دیا ہے جو صدیوں سے
آزمودہ، مجرب چلا آ رہا ہے۔ نسخہ کیا ہے؟ ہر دکھ کی دوا ہے، ہر مرض کی
کی شفا ہے، حیات جاودانی کا مژدہ جانفزا ہے۔

دَشِفَاءِ تَمَانِي الصَّدُورِ — فَلَنَحْيِيَنَّهٗ حَيٰوَةً طَيِّبَةً)

یہ نسخہ بھی یقین طرح کے اجزائے ترکیبی پر مشتمل ہے۔ ان قسمی اجزائے ترکیبی کا مجموعہ ”اسلام“ کہلاتا ہے۔

۱۔ ارکانِ اسلام۔ یہی اسلام کے جزوِ اعظم ہیں۔
توحید و رسالت اور احزرت پر پختہ ایمان، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ

۲۔ فرائض و واجبات و دیگر احکام
ارکانِ اسلام کی نصرت و معاونت سے امراض پر اثر انداز ہوتے ہیں

۳۔ سنن و مستحبات
بیماری پر اثر انداز ہونے کے علاوہ ارکانِ اسلام کی تزئین و آرائش اور ان کی تکمیل بھی کرتے ہیں۔

تاکہ انسانی زندگی سیرت بنوسی کے پاکیزہ سانچے میں ڈھل کر بارگاہِ اقدس میں شرفِ قبولیت سے سرفراز ہونے کے قابل ہو سکے۔

اجزائے اسلام کا یہی مجموعہ انسانی فطرۃ کو بے پناہ صلاحیتوں سے آراستہ کر کے اُسے زبردست قوت و طاقت کا حامل بنا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ طبیعت اور فطرت میں یکسانیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور دونوں کے تقاضے بھی ایک ہو جاتے ہیں گویا انسانی زندگی میں مصدرِ طفوی انقلاب پیا ہو جاتا ہے۔ نیز یہ کہ اگر اجزائے اسلام کے اس طرفہ ربط و تعلق کو دیکھا جائے جو ان کو اللہ تعالیٰ اور افرادِ معاشرہ کے ساتھ ہے۔ تو وہی اجزاء اپنے باہم تعلقاتی نوعیت کے اعتبار سے حقوق و فرائض کہلاتے ہیں۔

چونکہ حقوق و فرائض کی پاسداری اور ان کی بروقت درست ادائیگی ہر آدمی کی فطری ذمہ داری اور معاشرتی ضرورت ہے۔ اسلئے ہر آدمی پر عقلاً و نقلاً واجب ٹھہرا کہ وہ اپنے حقوق و فرائض سے باخبر ہو اور ان کی اہمیت و طریقہ ادائیگی سے بھی لازمی طور پر آگاہ ہو۔

اسلامی معاشرہ کی اسی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے حضرت علامہ قاضی
ثناء اللہ پانی پتی رح نے بارہویں صدی ہجری کے اواخر میں حقوق و فرائض سے
متعلقہ آیات و احادیث کا مجموعہ فارسی ترجمہ و تشریح کے ساتھ حقیقت الاسلام
کے نام سے شائع فرمایا جو اس وقت عوام و خواص سب کی نظر میں مقبول و
معتبر اور مستند قرار پایا۔

چنانچہ مرورِ زمانہ کے ساتھ حالات اور زبانیں بدل گئیں۔ ضرورتاً و
تقاضے بھی بدل گئے۔ رفتہ رفتہ فارسی متروک ہو گئی تو اس زبان میں لکھی گئی
دیگر کتب کے ساتھ "حقیقت الاسلام" کی طلب بھی باقی نہ رہی۔ نتیجتاً کتاب
نایاب و ناپید ہو گئی۔ ادھر معاشرہ کی حالت یہ ہو گئی کہ اسلامی احکام سے
اعراض اور حقوق و فرائض کی پامالی اسلام کے خلاف بغاوت کی حدود کو چھوڑنے
لگی۔ ایسے حالات میں ہر اہل علم کا فرض منصبی ہوتا ہے کہ وہ اصلاح احوال
کیلئے مقدور بھروسہ کوشش کرے۔

میرے مربی و مرشد قبلہ والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے فرض منصبی
اور حالات کے تقاضوں کا احساس فرماتے ہوئے نئی تصنیف کی بجائے اکابرین امت
کی کتب میں سے کسی کتاب کا ترجمہ کر دینے کا فیصلہ فرمایا۔ انتخاب کیلئے کسی
جامع، مقبول، مستند اور غیر متنازعہ کتاب کی تلاش تھی تو ایک مخلص دوست کے
ذاتی کتب خانہ میں سے "حقیقت الاسلام" کا ایک بوسیدہ، نہایت خستہ حالت
نسخہ مستعار لیا۔ پہلی فرصت میں آپ نے اس کے اوراق ٹکڑے باہم جوڑ کر
پیوند لگائے اور قابل مطالعہ بنایا۔ پھر اسے مکمل نقل فرمایا۔ اس کے بعد آپ
نے اس کا اردو ترجمہ فرمادیا۔ اس طرح صدیوں پہلے کی مستند مقبول کتاب
"حقیقت الاسلام" اردو شکل میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

حواشی :- اس کتاب پر آپ کو دو طرح کے حواشی ملیں گے۔

قدیم - جدید

قدیم حاشیہ وہ ہے جو کتاب پر پہلے سے موجود تھا جسے متعدد علمائے کرام نے مختلف ادوار میں تحریر فرمایا تھا، اسلوب بھی فاضل مترجم رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی سے اردو میں منتقل فرمادیا۔

جبکہ جدید حاشیہ راقم الحروف نے لکھا ہے۔ اور اس میں درج ذیل امور بالعموم بیان کئے گئے ہیں۔ ابہام کی وضاحت، اجمال کی تفصیل، ماقبل سے ربط کلام، وجوہ استدلال، تحقیق مسائل، معہود فی الذہن کا صفحہ قرطاس پر انتقال۔

توضیح طلب مسائل کی توضیح و تحقیق میں بھی مصنف کی اپنی شہرہ آفاق تفسیر، تفسیر مظہری کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے تاکہ مزید تحقیق بھی مصنف کی رائے کے مطابق رہے۔

دیگر کتب تفسیر کو تائیداً و توثیقاً پیش کیا گیا تاکہ جمہور محققین کے ساتھ مصنف علیہ الرحمہ کا اتفاق واضح طور پر نظر بھی آئے۔

خط امتیاز :- قدیم حاشیہ کے آخر میں حاشیہ نگار کا ذاتی نام ہوگا یا صرف "قدیم" لکھا ہوگا۔ اور جدید حاشیہ کے آخر میں صرف "مرتب" لکھا ہوگا۔ جبکہ فاضل مترجم رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی حاشیہ تحریر نہیں کیا۔ البتہ جہاں ضرورت محسوس کی وہاں تشریحی کلمہ قوسین کے اندر درج فرمادیا ہے۔

ترتیب :- ترتیب وہی برقرار رکھی گئی ہے جو پہلے تھی۔ البتہ دو طرح کے لٹرف صزدر کئے ہیں۔

- ۱۔ بلا عنوان فصول کے عنوان اور ان کے عددی مراتب کا تعین۔
- ۲۔ اصل کتاب میں قرآنی آیات و احادیث نبوی کے فارسی ترجمہ میں تشریحی عبارات بھی داخل تھیں یوں ترجمہ اور شرح میں امتیاز بمشکل ہو سکتا تھا۔

اسلامیاب تشریحی عبارات کو تفسیر آیات ، شرح حدیث اور مطالب حدیث کے عنوان کے تحت علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ نیز یہ کہ استنبول سے طبع شدہ فارسی متن مجھے دستیاب ہو گیا۔ اپنے پاس موجود متن کے قلمی نسخے کا اس کے ساتھ تقابل کیا گیا۔ بعد از تصحیح تام ترجمہ کی اشاعت کا اہتمام کیا گیا۔ اگر پھر بھی کہیں خطارہ گئی ہو یا واقع ہو گئی ہو تو مطلع فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں۔

امید ہے کہ ارباب علم و دانش میری اس کاوش کو بنظر تحسین دیکھیں گے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ کریم اس کتاب کو متن کی طرح مقبول و مفید اور ہم سب کیلئے باعث ہدایت بنائے اور فاضل مترجم علیہ الرحمۃ کی روح کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔

آمین بحرمت سید المرسلین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اظہار تشکر : اپنے نہایت ہی لائق و فائق دوست جناب محترم عبدالرزاق صاحب قادری ایم۔ اے ابلاغیات کا صحیح قلب سے شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس ترجمہ کی اشاعت میں اول سے آخر تک تمام مراحل میں انہوں نے میری توقع سے بڑھ کر میرا ساتھ دیا۔ بلکہ اس کی اشاعت کے اولیٰ محرک بھی قادری صاحب بنے۔

اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں سعادتیں اور آخرت میں اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔ بجاہ حبیبک و رسولک محمد رحمۃ للعالمین۔

محتاج دعا۔ نیازمند

محمد حفیظ اللہ المہسروی

لودھراں۔

111276

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ ثانیہ از مترجم

حمد بے حدود و اُس احد و واحد مطلق کیلئے جس نے اپنی معرفت و عبادت کی خاطر اپنے بندوں کے دلوں کو منور فرمایا۔

درودِ لا محدود و لا محدود اُس ذاتِ ستودہ صفات پر اور محبوب معبود برحق کیلئے جس نے گم گشتگانِ بادیہِ ہدالت کو صراطِ مستقیم پر لا کر مقصدِ تخلیق تک پہنچا دیا۔

اما بعد فقیر پر تقصیر، امیدوارِ رحمتِ ربِّ قدیر معصیتِ نقشِ رسولِ بخشِ برادرانِ اسلام ذی العز و الاحترام کی خدمت میں عرضِ رسا ہے کہ جب سے بندہ کو اپنی کوتاہ اندیشی اور بے عملی پر نظرِ بڑی تو یہ فکر و انگیز ہو کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے کام کی توفیق بخشے جو میرے لئے کفارہِ بد اعمالی اور توشہِ آخرت بن جائے۔

اتفاقاً رسالہ نافعہ "حقیقت الاسلام" مصنفہ حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نظر سے گزرا۔ نہایت مفید خاص و عام معلوم ہوا مگر بوجہ فارسی زبان ہونے کے اس کے فوائد و برکات کا عوام تک پہنچنا چونکہ ناممکن تھا (کیونکہ دورِ حاضر میں فارسی کی تعلیم معدوم ہوتی جا رہی ہے)۔ لہذا افادہ عام اور خصوصاً اپنی اولاد کیلئے اس کا اردو میں ترجمہ کر دیا تاکہ شاید کوئی صاحبِ اس سے فائدہ اٹھائے اور اس کی برکت سے اس ناچیز کی نجات ہو جائے۔

شہیند م کہ در روز امید و بیم بدایا بہ نیکان بخشد کرم
ناچیز نے صرف عبارت کا ترجمہ کیا ہے، وضاحتیں اور تشریحات

نہیں کیں البتہ جہاں کہیں ضروری معلوم ہوا وہاں چند الفاظ خطوط و حدانی میں بڑھادیئے۔

اگر آپ اس کو صحیح و مفید پائیں تو یہ میرے مرشد کریم حضرت قبلہ سید الاتقیاء، زبدۃ الاصفیاء، عمدۃ الاولیاء سیدنا السید امام شاہ صاحب مہر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظرِ کرم کا صدقہ ہے اور جو اس میں سے غلط ہو وہ اس عاصی کی کم فہمی، بے علمی کا نتیجہ ہے۔ اس کی تصحیح سے بندہ کو آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں اور دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔

برکہ خواند دعائے طمیع دارم
احب الصالحین و لست منہم
زانکم من بندہ گنہگارم
لعل اللہ یرزقنی صلاحاً

الراقم العاصی رسول بخش عفی عنہ

۲. ذی الحج بروز جمعہ، بوقت اشراق ۱۳۸۹ھ کو ترجمہ
لکھنے سے بحمدہ تعالیٰ فراغت ہوئی۔ مترجم۔

خُطْبَةُ مُصَنِّفِ رَحْمَةِ اللَّهِ عَلَيْهِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سب تعریفیں تمام جہانوں کو پالنے والے کیلئے، میں جو بہت مہربان، بے حد رحم کرنے والا اور قیامت کے دن کا مالک ہے۔
 درود و سلام تمام رسولوں کے سردار، پیرونگاروں کے امام، اور تمام مخلوق سے افضل ترین ذات پر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ال اولاد اور آپ کے تمام صحابہ کرام پر جو دین اسلام کے روشن چراغ اور راہ مستقیم کے نجوم ہدایت ہیں۔
 (اے عزیز!) اللہ تعالیٰ تجھے دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران فرمائے۔ یہ بات خوب دل نشین کر لے کہ کامل اسلام اس کو کہتے ہیں کہ "تَسْلِيمٌ كُلُّ ذِي حَقٍّ حَقُّهُ" ہر حقدار کے حقوق کسی کمی اور کوتاہی کے بغیر پورے پورے ادا کر۔

اے تَسْلِيمٌ كُلُّ ذِي حَقٍّ حَقُّهُ میں حقوق اور حقداروں کا صراحتاً ذکر ہے جبکہ حقوق کی درجاتی تقسیم و ترتیب مصنف کے اپنے ذہن میں موجود تھی تو ایسی مہمودنی الذہن ترتیب کے مطابق حقوق کو تقسیم فرماتے ہوئے قسم اول کا عنوان قائم کیا۔ اس اجمال کی تفصیل اس طرح سے ہے کہ حقوق بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد

(مرتب)

قسم اول - حقوق اللہ تعالیٰ

(بلا واسطہ ہوں یا بلا واسطہ)

فصل اول :- حقوق اللہ تعالیٰ (بلا واسطہ)

حقوق اللہ کی پہلی قسم اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حق ادا کر اس لئے کہ وجود اور جو اشیاء وجود کے تابع ہیں سب اسی لا شریک لہ ذات والا صفات کی عطا عین (جل جلالہ)۔ ہر سال جس جو اندر جاتا ہے زندگی کے زیادہ ہونے کا باعث ہے اور جب باہر آتا ہے تو طبیعت کو راحت و فرحت حاصل ہوتی ہے تو ہر سال میں دو نعمتیں موجود ہوئیں اور ہر نعمت پر شکر واجب۔

از دست و زباں کہ بر آید
کز عہدہ شکرش کہ بر آید

۱۔ حقوق اللہ کی پھر دو اقسام ہیں
۱۱۔ براہ راست حقوق ۱۲۔ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ کے حقوق۔
جیسا کہ متن سے واضح ہے جبکہ حقوق العباد بندوں کے باہم تعلقاتی انواع و اقسام کے اعتبار سے چھ قسم بن جاتے ہیں۔ اس طرح حقوق کی کل سات اقسام بن جاتی ہیں۔
قسم اول :- حقوق اللہ تعالیٰ (بلا واسطہ ہوں یا بلا واسطہ)۔
قسم ثانی :- مرئی و محسین کے حقوق (جیسے آباؤ اجداد، اہمات و جدات کے حقوق اولاد پر)
قسم ثالث :- مسلمان ارباب اختیار کے حقوق (بادشاہ، حاکم، امیر اور قاضی و غیرہ کے حقوق عوام پر)
قسم رابع :- ادنیٰ کے حقوق اعلیٰ پر (جیسے اولاد، زوجہ، غلام و نوکر اور رعایا کے حقوق)۔
۱۳۔ نعم الدین، خاوند، مالک اور حاکم پر۔ (باقی آئندہ صفحہ پر)

پس اگر اسکی بے شمار نعمتوں میں سے کسی ایک نعمت کے شکر ادا کرنے کی توفیق
تھے حاصل ہوگئی خواہ زبان سے یا دل سے یا باقی اعضا سے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ شانہ
کی لامتناہی عنایات میں سے تو ہے کیونکہ شکر کی توفیق بھی اسکی نعمتوں میں سے ایک
نعمت ہے۔ جب ہر شکر میں بہت سے شکر واجب ہوئے تو پھر اُسکے شکر کی
ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا محال ٹھہرا اور تسلسل کو بھی لازم کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ
رَّحِيمٌ۔ ” اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو تم انکی گنتی اور احاطہ ہرگز
نہیں کر سکتے۔ یقیناً اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ سے)
قسم خامس :- مساواتی حقوق (جیسے دوست و احباب اور ہمسفر کے حقوق)

قسم سادس : ضعفاً و مساکن کے حقوق۔
قسم سابع : اپنے آپ پر خود واجب کردہ حقوق۔ جیسے قصاص و دیکر جنایات کے مالی معاوضات
اللہ تعالیٰ نے اس کارگاہ حیات میں لوگوں کے حقوق متعین فرما کر ان کی ادائیگی
فرض فرمادی تاکہ زندگی ایک مربوط نظام کے تحت امن و آشتی کے ساتھ اپنے ارتقائی مراحل
طے کر کے مقصودِ اہلی تک بخیر دعائیت جا پہنچے۔

(مرتب)

۲۔ حقوق جمع ہے حق کی۔ یہاں حق سے مراد کسی کا وہ لازمی حصہ ہے جو کسی دوسرے پر اس کا ادا کرنا
کرنا واجب و لازم ہوا کرتا ہے۔ حقوق کی دو جہتیں حاصل ہوئیں۔ ایک مستحق کے اعتبار سے اور دوسری
ادا کرنے والے (مَنْ وَجِبَ عَلَيْهِ) کے اعتبار سے۔ بلحاظ اول حق کہلاتا ہے اور بلحاظ ثانی فرض
گویا چیز ایک ہے اور نام دو ہیں۔

(مرتب)

۳۔ ترجمہ : کسی کے ہاتھ اور زبان سے ممکن ہے کہ اُسکے شکر کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے

(مرتب)

”لَغْفُورٌ رَّحِيمٌ“ میں (ان دو امور کی طرف) اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے وہ تکالیف نہیں دیں جن کی طاقت ہی بندوں میں نہ ہو اور کما حقہ شکر ادا کرنا معاف فرما کر بقدر وسعت و طاقت شکر واجب فرمایا۔ جس کسی نے بھی طاقتِ انسانی کے مطابق اُس کا شکر ادا کرنے کی کوشش کی اُس کو اپنی رحمت و فضل کے ساتھ بلفظِ مبالغہ شُكْرًا قرار دیا۔ (یعنی بہت ہی شکر گزار)۔

جیسا کہ سیدنا نوح علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

إِنَّهَا كَانَ عَبْدًا شُكْرًا — نوح علیہ السلام بہت ہی شکر گزار بندے تھے اور جو شخص طاقت ہونے کے باوجود اُس کی شکر گزاری میں کوتاہی اور کمی کرے وہ سخت ظالم اور نہایت ہی کفرانِ نعمت کرنے والا ہے۔ کیونکہ ایسے رحیم و کریم منعم کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک کا شکر طاقت ہونے کے باوجود بھی ادا نہیں کر رہا اور کوتاہی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ
لَا تَحْصُوهَا إِنَّ الْإِنْسَانَ
ظَلُومٌ كَفَّارٌ

اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو
ان کو تم نہیں گن سکو گے۔ بیشک انسان
(یعنی ان میں اکثر لوگ) سخت ظالم
اور ناشکر گزار ہے۔

شکر کی جو مقدار بندوں سے مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ انسانی طاقت کے مطابق اُس پاک ذات کو اسکی صفاتِ کاملہ کے ساتھ جیسا کہ وہ حقیقت میں ہے پہچانیں اور اعتقادات اور اخلاق و اعمال میں سے جو اس کے پسندیدہ ہیں، بجالائیں اور جو اُس نے بندوں پر ان میں سے واجب فرمایا اس کو مکمل طور پر ادا کریں اور جو چیزیں اُسکی جناب میں ممنوع اور ناپسند ہیں ان سے پرہیز کریں اور اُس ذاتِ والا صفات کی رضا کو اپنی رضا سے مقدم سمجھیں تاکہ عَلِمْتَ نَفْسُ مَا قَدَّمْتَ وَأَخَذْتَ لِي كَيْدًا شَرًّا مِمَّا سَارَتْ بِهِمْ

لے ما قَدَّمْتَ دَأْخَذْتَ کے دو مفہوم لئے گئے ہیں (مزید اگلے صفحہ پر)

یعنی بروز قیامت ہر ایک کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ (دنیا میں) کس چیز کو مقدم رکھتا تھا اور کس چیز کو موخر جانتا تھا۔ اپنی رضا و خواہش کو اللہ تعالیٰ کی پسند و خوشنودی پر ترجیح دیتا تھا یا اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کو اپنی رضا و خوشنودی پر فوقیت دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ
أَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ
وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ
اٰتَرَفْتُمْوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ
كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ
تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ
مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَجِهَادِهِ فَتَرْكِبُوا
سَبِيلَهُ فَتَرَبَّصُوا
حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ
.....
الخ

(اے حبیب اللہ علیہ السلام) آپ ان کو بہت
دیکھئے کہ آباؤ اجداد تمہاری اولاد تمہارے
بھائی تمہاری بیویاں تمہارے خاندان اور
قبائل تمہارا کمایا ہوا مال اور وہ تجارت
جس میں نقصان ہونے سے تم ڈرتے ہو
اور تمہارے محلّات (گھر) اگر تمہیں اللہ تعالیٰ
اور اس کے رسول سے، اللہ کی رضا اور اس کی
راہ میں جدوجہد اور جہاد کرنے سے زیادہ
پسند و محبوب میں تو پھر اللہ تعالیٰ کے
عذاب کا انتظار کیجئے دنیا میں آجائے یا

القرآن التوبہ ۲۴۰ آخرت میں۔

مسلمان کو چاہیے جس کو دوست رکھے اللہ تعالیٰ کیلئے دوست رکھے جس سے دشمنی
رکھے وہ بھی اللہ تعالیٰ کیلئے رکھے۔ جسے کوئی چیز دے تو اللہ تعالیٰ کیلئے دے اور جس
کو کوئی چیز نہ دے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کیلئے نہ دے حتیٰ کہ اگر لقمہ اپنے منہ میں یا
(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ سے)

حیاتِ دنیوی میں وہ کن امور کو مقدم سمجھتا تھا اور کن امور کو موخر۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور
اسکی رضا پر مبنی اعمال، اعتقادات اور اخلاق کو ترجیح دیتا تھا یا ان میں تاخیر کر کے غفلت و
 کوتاہی کا مرتکب ہوتا تھا۔ یہ سب کچھ بروز قیامت اُسے معلوم ہو جائے گا۔

یہاں مصنف نے یہی معنوم ذکر کیا ہے۔ (مرتب) ہے
۲۔ مَا تَدْمَتُ سے اُس کے اپنے اچھے برے اعمال میں کہ یہی عالمِ آخرت میں اُس کیلئے ذخیرہ ہو چکے ہوتے
ہیں اور آخرت سے اسکی دنیا میں رہ جانے والی اولاد خیریش واقارب دستِ احسان آلائے اور اسکی
رواج داد، رسوم و اعمال ہیں۔ (مرتب)

اپنے بیوی بچوں کے منہ میں رکھتا ہے تو اس نیت سے رکھے کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے مجھ پر واجب فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ أَحَبَّ بَيْتَهُ وَالْبَعْضَ لِلَّهِ
وَأَعْطَى بَيْتَهُ وَمَنْحَ بَيْتِهِ
فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ
(یہ حدیث ابو داؤد نے ابی امامہ سے
ترمذی نے معاذ سے روایت کی)۔

جو شخص دوستی رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ کیلئے دوستی رکھتا ہو تو خدا تعالیٰ کیلئے (کسی کو کچھ) دیتا ہو تو اللہ کیلئے، نہ دیتا ہو تو اللہ تعالیٰ کیلئے تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

إِذَا انْفَقَ الْمُسْلِمُ مِنْ
لِفَقَةٍ عَلَى أَهْلِهِ وَهُوَ
يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهُ
صَدَقَةٌ۔
(متفق علیہ عن ابن مسعود رضی)

یعنی اگر مسلمان اپنے اہل و عیال پر عبادت کی نیت سے خرچ کرے تو یہ اُس کیلئے صدقہ بن جاتا ہے۔ (یعنی اُس پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے) بخاری، مسلم نے ابن مسعود سے روایت کیا۔

فصل دوم: حقوق اللہ تعالیٰ

(جو اسطہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم)

جب اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، اُنکی پسند و ناپسند کی پہچان انبیاء علیہم السلام کے توسط کے بغیر ناممکن ہے اور عقل بھی اس میں کافی نہیں تو اسی وجہ سے تمام کتب الہی اور تمام رسولوں پر اور جو کچھ اُس کے رُسل کرام ہمراہ لائے اُن سب پر ایمان لانا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے میں داخل ٹھہرا۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عبد القیس کے قاصدوں سے فرمایا۔

اَتَدْرُونَ مَا الْإِيْمَانُ بِاللَّهِ وَحَدَهُ؟ تَمْ جَانْتُمْ، هُوَ اللّٰهُ وَحْدَهُ، پَرِ اِيْمَانَ

لانا کیا ہے ؟ صحابہ علیہم الرضوان نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا -

شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ -
یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید و الوہیت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا ہے۔

متفق علیہ عن ابن عباس

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے -

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطاع الله -
جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔

سورة النساء - ۸۰

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت (نہ صرف) اللہ تعالیٰ کی محبت کی طرح ہے بلکہ عین اُسی کی محبت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَالِدِ النَّاسِ أَجْمَعِينَ (متفق علیہ عن النبی)
تم میں سے کسی کا ایمان صحیح نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کو اس کے ماں باپ اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب اور دوست نہ بن جاؤں۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کرنا بھی طاقت انسانی سے باہر ہے لیکن مطلوب بقدر طاقت و وسعت ہے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر و نواہی کی اتباع، آپ

لے محبت سے مراد طبعی و عشقی محبت نہیں ہے جس طرح اولاد اور معشوق سے ہوتی ہے کیونکہ یہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے کے ساتھ زیادہ ہونے سے مومن کے ایمان میں نقصان نہیں ہوتا اسلئے کہ یہ اختیار کی نہیں بلکہ اس سے مراد شرعی محبت ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و بزرگی اور عزت کا اعتقاد رکھنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا ہے۔ پس جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ایک سے زیادہ بزرگ و برتر اور عظیم اور فرمانبرداری کے لائق نہ سمجھے ایمان دار نہ ہو سکے گا۔ (تقدیم)

صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے صلوٰۃ و سلام اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی آل و اصحاب علیہم الرضوان کے ساتھ محبت و عقیدت رکھنا ہے۔

فصل سوم: حقوق اللہ تعالیٰ

(بواسطہ صحابہ و اہلبیت کرام)

اے عزیز! خوب جان لے کہ جب خداوند قدوس کی ذات و صفات اور اسکی پسند و ناپسند کی پہچان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ ہی سے ہم تک پہنچی خصوصاً خلفاء راشدین کی انتھک کوشش و محنت سے دین اسلام نے قوت و رونق حاصل کی۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اقوال و افعال جو چید صحابہ کرام کو معلوم تھے اور اکثر کو معلوم نہ تھے ان ہی حضرات کی سعی و مشکور کی وجہ سے مشہور ہوئے اور مسائل خلافیہ ان ہی کی کوششوں سے صحابہ کے درمیان اجماعی مسائل قرار پا گئے۔ کیونکہ وہ ہر مسئلہ میں صحابہ کرام کو جمع کر کے ان سے تحقیق فرما کر اسے راجح فرمایا کرتے تھے۔

پس صحابہ اور اہل بیت کرام کا حق ادا کرنا بھی بعینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کی ادائیگی ہے اور ان کی محبت و اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت و اطاعت ہے چنانچہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ أَحَبَّنَا فَبِحُبِّهِمْ
وَمَنْ أَبْغَضَنَا فَبِابْتِغَاظِ
الْبُغْضَةِ مَنْ إِذَا هَدَى
فَقَدْ أَذَانِي وَمَنْ إِذَا رَفَى
فَقَدْ أَذَى اللَّهِ -

جس نے صحابہ کو محبوب سمجھا اُس نے میری محبت کی وجہ سے ان کو محبوب جانا اور جس نے انکو دشمن جانا اُس نے میری دشمنی کی وجہ سے انکو دشمن سمجھا اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی اُس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا دی تو اُس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی (ناراض کیا)۔

(رواہ الترمذی عن عبد اللہ بن مغفل)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ہر دو خلفاء کی تابعداری کرو جو میرے
بعد ہونگے وہ ابو بکر و عمر ہیں۔
(مسلم اور ترمذی نے جناب حذیفہ سے روا کیا)

میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت
(طریقہ) کو لازم پکڑو جو میرے بعد ہونگے

میں علم کا شہر ہوں اور علی اسکا دروازہ
ہیں۔ طبرانی نے اور حاکم نے ابن
عباس سے روایت کی ہے۔

میں تمہارے پاس دو مضبوط اور پختہ
وسیلے چھوڑے جا رہا ہوں وہ قرآن
اور میری اولاد ہیں (احمد اور
طبرانی نے زید بن ثابت سے روایت کیا)۔

آدھا علم اس حمیرا سے (سیدہ عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا) حاصل کرو۔

میرے تمام صحابہ ستاروں کی مانند ہیں
تم ان میں سے جس کی تابعداری کرو گے
ہدایت پاؤ گے۔

اِقْتَدُوا بِالَّذِينَ مِنْ بَعْدِي
اَزِي بِكِرٍ وَعَمْرٍ

(رواہ مسلم و الترمذی عن حذیفہ)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّتِ
الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ مِنْ بَعْدِي

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اَنَا مَدِينَةُ الْعَالَمِ وَعَلِيٌّ
بَابُهَا - رواه الطبرانی

والحاکم عن ابن عباس (

مزید ارشاد فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے :-

اِنِّي سَتَارِكٌ فِيكُمْ الثَّقَلَيْنِ
كِتَابُ اللَّهِ وَعِترَتِي -

(رواہ احمد و الطبرانی عن زید

بن ثابت)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

خُذُوا نِصْفَ الْعِلْمِ مِنْ
هَذِهِ الْحُمَيْرِ -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اصْحَابِي كَالْتَجْوِمِ بَايْتُهُ
اِقْتَدَيْتُوْا فَتَدَيْتُمْ

اس طرح کی احادیث کثیر ہیں۔

فصل چہارم :- حقوق اللہ تعالیٰ (بواسطہ علمائے ربانیین)

اسی طرح علماء و محدثین، فقہاء و مجتہدین اور دینی کتابیں تصنیف کرنے والے علوم ظاہر اور علوم باطن کے اساتذہ کرام کے حقوق ادا کرنا۔ صحابہ کرام اور اہل بیت کے حقوق کی طرح اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ادا کرنے میں داخل ہیں اسی لئے کہ یہ سب حضرات نبی اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث اور دین اسلام کے حامل ہیں (ایمن ہیں)۔

چنانچہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

أَنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ
وَأَنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوْرَثُوا
دِينًا وَ لَا دَرَاهِمًا وَ إِنَّمَا
يُوْرَثُونَ الْعِلْمَ -

رواہ اصحاب السنن عن

بشیر بن قیس (۔)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

تَضَلُّ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ
كَفَضْلِي عَلَى أَوْلَادِكُمْ ثُمَّ
تَلَا إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ
عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ -

رواہ الترمذی عن ابی امامة

والدارمی عن مکحول كوالحسن

مُرْسَلًا -

بیشک علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور انبیاء علیہم السلام نے وراثت میں درہم و دینار نہیں چھوڑے انہوں نے تو میراث میں فقط علم ہی چھوڑا ہے۔ یہ حدیث اصحاب سنن نے بشیر بن قیس سے روایت کی ہے۔

عالم کی فضیلت عابد پر میری فضیلت کی مانند ہے اور نبی اسلام پر بعدہ آپ نے یہ آیت پڑھی۔ اللہ تعالیٰ سے اُسکے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں۔ ترمذی نے ابی امامہ سے۔ دارمی نے مکحول اور حسن سے مرسلًا روایت کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں ۔

إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا

یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے فقط تعلیم دینے کیلئے مبعوث فرمایا ہے ۔

اللہ تعالیٰ بہت ہی بڑے سمجھی ہیں ۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور میں اولادِ آدم میں سب سے بڑا سمجھی

اللَّهُ أَجْوَدُ جُودًا وَأَنَا أَجْوَدُ

ہوں میرے بعد سب سے زیادہ سمجھی

بَنِي آدَمَ وَأَجْوَدُهُمْ بِحُدِيِّ

وہ مرد ہے جس نے علم حاصل کیا ۔ پھر

رَجُلٌ عَالِمٌ عِلْمًا فَنَشْرُهُ يَأْتِي

اسے لوگوں میں پھیلایا (عام کیا)

يَوْمَ الْقِيَامَةِ أُمَّةً وَوَاحِدَةً

بروز قیامت وہ اپنے سبھا کھیا ایک

(رواہ البیہقی

جماعت لائے گا ۔

عَنْ أَنَسٍ)

ظاہراً مراد یہ کہ وہ شخص بہر حال امتی ہے نبی نہیں کہ امت اس کے ساتھ ہو مگر تلامذہ اور شاگردوں کی جماعت (کثرت میں) امت کی مثل ہوگی ۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :-

بروز قیامت علما کی روشنائی (لکھنے

يُؤَذَنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِثْلُ

کی سیاہی) اور شہداء کے خون کا وزن

الْعُلَمَاءِ وَدَمِ الشُّهَدَاءِ

کیا جائیگا ۔ تو شہیدوں کے خون پر

فَيَرْجَحُ مِثْلُ الْعُلَمَاءِ

علما کی روشنائی غالب اور زیادہ

عَلَى دَمِ الشُّهَدَاءِ ۔

وزنی ہوگی ۔ اسے امام ذہبی نے

رواہ المذہبی عن عمران

عمران بن حسین سے روایت کیا ۔

بن حسین ۔

علما اور اولیاء اللہ کی اطاعت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اس کی محبت ہے ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ شانہ نے فرمایا :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے

الشَاءَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ
وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ .

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو
اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو اللہ
تعالیٰ کے احکام لوگوں تک پہنچاتے ہیں

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ کرام، آپ کے اہل بیت علیہم السلام اور علما ظاہر
و باطن اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں کہ ان کے حقوق اگرچہ حقوق العباد میں داخل
تو ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ لاحق ہیں (حکماً حقوق اللہ ہیں)۔ اگر یہ نہ ہوتے
تو نہ کوئی خدا تعالیٰ کو پہچان سکتا اور نہ ہی اُسکے حقوق ادا کر سکتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :-

اگر اللہ تعالیٰ کتابیں نازل فرما کر اور اپنے
رسول بھیج کر ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم
میں سے کوئی ہدایت نہ پاتا۔ زکوٰۃ نہ
دیتا اور نماز نہ پڑھتا۔

لَوْ لَا هَدَانَا اللّٰهُ
مَا هَتَدَيْنَا وَلَا نَمُدَّقُنَا
وَلَا صَلَّيْنَا .

اولیاء اللہ اور علما کرام ذکر اللہ میں مستغرق ہوتے ہیں۔ ان کے دیدار سے اللہ تعالیٰ
یاد آجاتا ہے۔ ان کی دوستی اور دشمنی (درحقیقت) اللہ تعالیٰ سے دوستی اور دشمنی
ہوتی ہے۔ حدیث قدسی میں ہے :-

جس نے میرے کسی دوست کے
ساتھ عداوت (دشمنی) کی تو میں
اُس کو اپنے ساتھ جنگ کیلئے
خبردار کرتا ہوں یعنی اُسکے خلاف
اعلان جنگ کرتا ہوں۔

مَنْ عَادَى وِلِيَّيْ سَفَقَدَ
اِذْنَتُهُ بِالْحَرْبِ .
رواہ البخاری عن ابی ہریرہ

ایک اور حدیث قدسی میں آیا ہے کہ :-

میرے بندوں میں سے میرے
دوست وہ لوگ بھی ہیں جو میرے ذکر

اَذْلِيَاءِي مِنْ عِبَادِي الَّذِيْنَ
يُذَكِّرُوْنَ بِذِكْرِيْ وَاذْكُرُوْ

کی وجہ سے یاد رکھتے جاتے ہیں اور میں
انکے ذکر و وجہ سے یاد کیا جاتا ہوں۔

بِذِكْرِهِدُ (رواہ البغوی)
(حدیث نبوی میں بھی اسی طرح آیا ہے)۔

قسم دوم ● حقوق العباد

حقوق العباد میں ایک دوسری قسم اُن لوگوں کے حقوق ہیں جو اللہ تعالیٰ کے
بعض حقوق کے مظہر ہوتے ہیں۔ ایجاد (پیدا کرنے) پرورش کرنے، روزی پہنچانے اور
اس طرح کے دیگر امور کا وہ ظاہر میں واسطہ ہو کرتے ہیں جیسے ماں، باپ، دادے اور
دادیاں وغیرہ۔

جن لوگوں کے واسطہ اور ذریعہ سے اللہ تعالیٰ رزق پہنچاتا ہے یا جن کے
ذریعے سے پرورش کراتا ہے یا مالی انعام کی کوئی قسم یا راحتِ بدنی یا کوئی اعزاز یا کسی
قسم کی منفعت عطا فرماتا ہے تو اُن حضرات کا شکر ادا کرنا بھی والدین کے شکر کی طرح
واجب و لازم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ
يَشْكُرِ اللَّهَ -

جس نے انسانوں کا شکر ادا نہیں کیا اس
نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔

(رواہ مُسْلِم وَالتِّرْمِذِي
عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخَدْرِيِّ)

مسلم اور ترمذی نے ابی سعید خدری
سے روایت کیا۔

فصل اوّل ● ماں باپ کے حقوق

ان میں سے زیادہ تر حقوق ماں باپ کے ہیں چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَوَهَبْنَا لِإِنْسَانٍ لِّوَالِدَيْهِ
حَسَنَةً أُمَّةً وَهَنًا عَلِيًّا
وَهْنٌ وَفِصَالُهُ فِي عَمِيْنٍ
أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ
(لُقْمَان - ۱۴)

ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ
نیک سلوک (اچھا برتاؤ) کرنے کا حکم
دیا ہے۔ ماں نے اُسکو پے درپے
مصیبتوں اور تکلیفوں میں اٹھائے
رکھا اور برابر دو سال سے دودھ پلایا

اور اس بات کا کہ وہ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرے۔
یہ حکم قرآن پاک میں متعدد بار آچکا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک اور عقوق
(والدین کی بے فرمانی) کو کبائر میں ذکر فرمایا ہے۔ (متفق علیہ عن عبد اللہ ابن عمر)
عقوق کسی کو تکلیف دینے اور بے فرمانی کو کہتے ہیں۔ عقوق (شد کے ساتھ)
بمعنی چیرنے، ٹکڑے کرنے کے ہیں۔ یہ نیکی اور صلہ کی ضد ہے۔
امام احمد سیدنا معاذ بن جبل رضی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے دس چیزوں کی وصیت فرمائی اور ان میں سے فرمایا۔

لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا وَ	اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک
إِنْ قُتِلْتَ أَوْ حَصِرْتَ وَلَا	نہ کر اگر چہ تو قتل کر دیا جائے یا جلا
تَعَقَّنَ وَالِدَيْكَ وَرَأَى	دیا جائے۔ والدین کی بے فرمانی ہرگز
أَمْرًا أَنْ تَخْرُجَ مِنْ	نہ کر اگر چہ تجھے تیرے مال اور اہل
أَهْلِكَ وَمَالِكَ (الحديث)	عیال سے نکل جانے کا حکم کریں۔

اور صحیحین میں ابی ہریرہ رضی سے روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
سے سوال کیا کہ حسن سلوک کا زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تیری ماں! اُس نے عرض کی پھر کون؟ فرمایا۔ تیری ماں۔ عرض کیا پھر کون؟
ارشاد فرمایا۔ تیری ماں! عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تیرا باپ۔ پھر زیادہ قریب
پھر زیادہ قریب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

رَغِمَ أَنْفَهُ - رَغِمَ أَنْفُهُ	یعنی تین مرتبہ فرمایا اُس کی ناک مٹی
رَغِمَ أَنْفَهُ -	میں رگڑی جائے (خاک آلود ہو)۔

عرض کیا گیا کون ہے وہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ تو آپ نے فرمایا:-
مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ
الْحَبْرِ أَحَدَهُمَا أَوْ جِلَّاهُمَا
جس نے ماں باپ دونوں کو یا ان
میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا

لہ حدیث میں والدہ کے حقوق کا بیان ہے نہ کہ اُس کے مرتبہ تمام کا۔ حقوق والدہ زیادہ ہیں مرتبہ تمام باپ کا ہے (مرتب)

اور بہشت میں داخل نہ ہوا۔

ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ

(رواہ مسلم سن ابی ہریرۃ)

اور امام ترمذی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ سے بہت بڑا گناہ سرزد ہوا ہے۔ میری توبہ کی کیا صورت ہو سکتی ہے فرمایا کیا تیری ماں زندہ ہے؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا خالہ ہے؟ عرض کیا ہاں خالہ ہے فرمایا اسی کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ :-

جو شخص والدین کے حقوق ادا کرنے میں
بر صبح اللہ تعالیٰ کا فرمان بردار رہتا
ہے تو اس کیلئے بہشت کی جانب سے
دو دروازے کھلے ہوئے ہوں گے۔
اگر والدین میں سے ایک ہوگا تو دروازہ
بھی ایک کھلے گا۔ اور

مَنْ أَصْبَحَ مُطِيعًا لِلَّهِ
فِي وَالِدَيْهِ أَصْبَحَ لَهُ
بَابَانِ مَفْتُوحَيْنِ مِنَ
الْجَنَّةِ وَإِنْ كَانَ وَاحِدًا
فَوَاحِدًا وَمَنْ أَمْسَى
عَاصِيًا لَهُ فِي وَالِدَيْهِ
أَصْبَحَ لَهُ بَابَانِ مِنَ
مَفْتُوحَيْنِ مِنَ النَّارِ
وَإِنْ كَانَ وَاحِدًا
فَوَاحِدًا۔

(الحدیث)

جو شخص والدین کے حقوق ادا کرنے
میں اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے تو اس
کیلئے دوزخ کی جانب سے دو دروازے
کھلے ہوئے ہونگے۔ اگر والدین میں
سے ایک ہوگا تو دروازہ بھی ایک
کھلے گا۔

صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ماں باپ اگرچہ اس پر ظلم بھی کریں
فرمایا اگرچہ اس پر وہ ظلم بھی کریں۔ اگرچہ اس پر ظلم بھی کریں۔ تین بار فرمایا۔

لہ یعنی ان کے حکم کے مطابق اپنے اہل و عیال، گھر بار اور مال دولت چھوڑنا پڑے تو یہ سب کچھ چھوڑ دے
مگر والدین کی نافرمانی ہرگز نہ کرے۔
(مرتب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ :-

مَا مِنْ وَاَلِدٍ بَارٍ يَنْظُرُ
إِلَى وَاَلِدَيْهِ نَظْرَةً
رَحْمَةً إِلَّا كُتِبَ لَهُ
بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةٌ
مَبْرُورَةٌ -

(الحدیث) سے پاک و صاف ہو۔

صحابہ نے عرض کی اگرچہ ہر روز سو مرتبہ بھی دیکھے؟ تو فرمایا :-

لَعَنَ اللهُ أَكْبَرًا
أَطِيبُ -

ہاں اللہ تعالیٰ بہت بڑا اور بہت
پاکیزہ ہے۔

یہ دو حدیثیں بیہقی نے ابن عباس سے روایت کیں۔

سیدنا ابن عمر نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ایک بیوی ہے جسے میں
دوست رکھتا ہوں مگر میری ماں اُسے مکروہ (ناپسند) جانتی ہے۔ فرمایا اس کو طلاق
دے دو۔ ترمذی و ابو داؤد نے ابن عمر سے روایت کیا ہے۔

ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں
فرمایا کیا تیری ماں زندہ ہے؟ عرض کی! ہاں زندہ ہے۔ فرمایا اُسکی خدمت میں
رہ۔ بہشت اُس کے قدموں کے نزدیک ہے۔ (حدیث نبوی)

إِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ أَتْدَامِ
أُمَّهَاتِكُمْ -

جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے

امام بیہقی نے یہ حدیث معاذ بن جابر سے

رواہ البیہقی عن معاذ بن جابر
روایت کی ہے۔

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ سے
دریافت کیا کہ ماں باپ کا کیا حق ہے؟ فرمایا وہ تیرے لئے بہشت و دوزخ میں
ابن ماجہ نے اسکو ابی امامہ سے روایت کیا۔

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میرا باپ میرے مال کی طرف محتاج ہے یعنی میرا مال لینا چاہتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے
بے شک تمہاری اولاد تمہارا پائیزہ
ترین کسب ہے۔ تو کھاؤ اپنی اولاد
کے کسب سے (کمانی سے)۔

أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ إِنْ
أَوْلَاكَ كُدْمِينَ أَطِيبَ
حَسَبُكَ كَلُّوا مِنْ
حَسَبِ أَوْلَادِكَ
رَوَاهُ الْبُرْدَاءُ وَابْنُ مَاجَه
عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ
أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ -

ابو داؤد ابن ماجہ نے عمرو بن شعیب سے
وہ اپنے والد سے اور وہ اُسکے (عمرو
بن شعیب کے) دادا سے روایت کرتے ہیں۔

ماں، باپ، دادے، دادیوں کا نان و نفقہ (کھانے پینے کا خرچ و غیرہ ضروریات زندگی) جبکہ مفلس ہوں اگرچہ کمانے کی طاقت رکھتے ہوں اُنکے اس فرزند ارجمند پر واجب ہے جو عاقل، بالغ اور آزاد ہو اور کسب کرنے (کمانے) کی طاقت بھی رکھتا ہو اگرچہ اُسکے والدین کا ذمی کافر ہی کیوں نہ ہوں۔

صحیحین میں سیدہ اسماء بنت ابی بکر سے روایت ہے کہ اُس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری ماں میرے گھرائی ہے اور وہ کافر ہے۔ کیا میں اُس کے ساتھ حُسن سلوک کروں؟ فرمایا ہاں ہاں حُسن سلوک کرو اور اُن کی رضا جوئی اور خوشنودی کیلئے اُن کے حکم کی تعمیل ماسوائے معصیت اور ترکِ فرائض کے واجب و لازم ہے۔

امام ترمذی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اللہ تعالیٰ کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔" اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا :-

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ

اگر تیرے ساتھ تیرے ماں باپ

اس لئے لڑائی کریں کہ تو ایسی چیز کو میرا
شریک ٹھہرا جس کا تجھے کچھ علم نہ ہو
(حالانکہ تجھے میرے واحد ہونے کا
علم یقینی ہے) تو اس بات میں انکی
فرمانبرداری نہ کر اور دنیا میں ان کے
ساتھ حسن سلوک بدستور قائم رکھ۔

خالق کی نافرمانی میں مخلوق میں سے
کسی کی اطاعت جائز نہیں۔
اسے احمد اور حاکم نے عمران سے اور حکیم
نے عمر و القفاری سے روایت کیا۔

اللہ تعالیٰ کے بے فرمانی میں مخلوق
میں سے کسی کی فرمانبرداری جائز نہیں۔
کیونکہ طاعت اور فرمانبرداری تو نقطہ اپنی
امور میں ہوتی ہے اور شرعاً جائز ہو۔

تَشْرِكُ بِي مَا لَيْسَ
لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا
تُطِعُهُمَا وَصَاحِبُهُمَا
فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا
(الحدیث)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ
فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ -

رواہ احمد و ابی حاکم

عن عمران و العکیم عن عمرو الغفاری

اور صحیحین میں اس طرح سے ہے -

لَا طَاعَةَ لِأَخْدٍ فِي

مَعْصِيَةِ اللَّهِ. إِنَّمَا

الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ

(متفق علیہ)

فصل دوم - والدین کے دوست و

اجباب کے حقوق

باپ کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ اُسکے دوست و اجباب کے ساتھ
دوستی کرنا اور باپ کی غیر موجودگی میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔

وَصَلَّهِ كَمَا مَفْهُومٌ :-

وَصَلَّهِ بِنَدَى كَاوَهُ رَوِيَهُ اَوْرَطْرُزُ بَرْدُو بَاشِ هَيْ يَارْهِنِ سَهِنِ
كے وہ آداب ہیں جو خلوص و محبت میں اضافہ کا موجب ہوتے ہیں تاکہ تعلقات مزید بخیر
اور مضبوط ہوں مثلاً مالی رعایت، بدنی خدمت، حسن اخلاق۔

فصل سوم۔ اقربا کے حقوق

ماں باپ کے منجملہ حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انکی اولاد کے ساتھ حسن
معاشرت اور اچھا برتاؤ کرتا رہے یعنی ماں باپ کے بہن بھائی اور ان کی اولاد کے
ساتھ نیک رویہ اور اچھا برتاؤ کرے۔ اسی طرح انکے بعد اقرب اقارب
جتنا نسب زیادہ قریب ہوگا اتنا اس کا حق زیادہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ انکی مقامات پر فرماتا ہے کہ :-

وَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ

یہی وجہ ہے کہ (شرعیات میں) برعتی پروا جب سے کہ وہ اپنے اُس فقیر، مفلس
مسلمان رشتہ دار کے تمام ضروری اخراجات برداشت کرے (اپنے ذمہ لے لے)
جو کمانے اور مزدوری وغیرہ کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ :-

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ

وارث پر اخراجات واجب ہوتے ہیں
اولاد کے اخراجات کی طرح۔

جو شخص اپنے قریبی رشتہ دار کا مالک ہو جائے تو وہ مملوک محض اس کے مالک بنتے
ہی آزاد ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ کافر کیوں نہ ہو چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-
مَنْ مَلَكَ ذَا رَحْمَةٍ مَحْرُومٍ جو شخص اپنے قریبی رشتہ دار کا مالک

عُتِقَ عَلَيْهِ - بن جائلے تو۔ اس پر وہ آزاد ہو

جانا ہے۔ اسے امام احمد، ابوداؤد
اور حاکم نے حضرت سمرہ سے روایت کیا۔

رواہ احمد و ابوداؤد
والحاکم عن سمرہ

اور دو قریبی رشتہ دار عورتوں کو ایک ہی نکاح میں جمع کرنا حرام ہے کیونکہ یہ قطع
رحمی کا سبب ہے۔ رشتہ داروں میں سے جو لوگ محرم نہیں اگرچہ ان کا نفقہ واجب
نہیں ہے لیکن ان کے ساتھ صلہ رحمی واجب اور قطع رحم حرام ہے اور ان سے مخالفت
بھی جائز نہیں۔

ابی ہریرہؓ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا

فرما کر جب فارغ ہوا تو رحم اٹھ کھڑا

ہوا۔ اُس نے رحمن کا دامن پکڑ لیا جو

تعالیٰ نے اُس سے پوچھا کہ تو چاہتی کیا ہے

عرض کی قطع ہونے سے پناہ حاصل

کرنے کیلئے کھڑی ہوئی ہوں فرمایا

کیا تو اُس پر راضی نہیں کہ جو تجھ کو

ملائے گا میں اُس کو اپنے ساتھ

ملاؤں گا اور جو تجھے قطع کر لیا میں اُس سے

قطع کروں گا۔ عرض کی یارب! میں راضی ہوں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ:

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خَلَقَ اللَّهُ الْخَلْقَ فَأَمَّا

فَرَعٌ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحْمَةُ

فَأَخَذَتِ الرَّحْمَةُ بِحَقْوِ

الرَّحْمَنِ فَقَالَ مَهْ قَالَتْ

هَذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ

الْقَطِيعَةِ قَالَ أَلَا تَرْضَيْنَ

أَنْ أُصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَأَقْطَعَ

مَنْ قَطَعَكِ؟ قَالَتْ بَلَى يَا رَبِّ

قَالَ فَذَلِكَ - (متفق علیہ)

حَقْوُ ازار بند کو کہتے ہیں اور یہ مجاز کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے

کہ اُس نے بارگاہِ الہی میں پناہ طلب کی جیسا کہ عرب کہتے ہیں عَزَّتْ بِحَقْوِ مُدَانٍ

یعنی میں نے فلاں کی پناہ حاصل کی۔

اور حدیثِ قدسی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

لَ حَسَنِ سُلُوكٍ حَسُنَ مَعَاثِرَتُهُ اَوْ رَايَ حَسَنَ تَعْلُقَاتٍ قَابِئِمٌ رُكْحَانًا - (مرتب)

میں اللہ ہوں، میں رحمن ہوں میں
نے رحم کو پیدا فرمایا اور اُس کا نام
اپنے نام سے رکھا پس جو شخص اس کو
ملائے گا۔ میں اُس کو اپنے ساتھ ملاؤں
گیا اور جس نے اس کو قطع کیا تو میں بھی
اُس سے قطع کروں گا۔

احمد، ابوداؤد، ترمذی اور حاکم نے
عبدالرحمن بن عوف سے اور حاکم نے ابی ہریرہ
سے بھی روایت کی۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ رحم کا بے کیف
اتصال ہے تو اللہ تعالیٰ نے اُسے
فرمایا کہ جس نے تجھے ملایا میں بھی اُسے
ملاؤں گا اور جس نے تجھ سے قطع کیا
میں اُس سے قطع کروں گا۔

صحیحین میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی عنہا سے بھی اسی طرح مروی ہے اور صحیحین ہی میں جبیر بن مطعم
سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم کو قطع کرنے والا بہشت میں داخل نہیں ہوگا۔
اور یہ ہتی نے عبداللہ بن اوفیٰ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جن لوگوں میں ایک قاطع رحم بن جاتا ہے تو اُن میں رحمت نازل نہیں ہوتی۔
صلہ رحم کے واجب ہونے اور قطع رحم کے حرام ہونے میں بہت سی احادیث وارد
ہوئی ہیں اسلئے ہر شخص پر لازم ہے کہ اپنے متعلق خبردار رہے (یعنی اپنے حالات سے
باخبر رہے) تاکہ صلہ رحم کرتا رہے اور قطعی رحمی اس سے ظاہر نہ ہو۔
فائدہ :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑے بھائی اور چھوٹے بھائی۔

أَنَا اللَّهُ وَأَنَا الرَّحْمَنُ خَلَقْتُ
الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا
مِنْ دَائِسِي فَمَنْ وَصَلَهَا
وَصَلَتْهُ وَمَنْ قَطَعَهَا
بَتَّتْهُ -

رواہ احمد و ابوداؤد
والترمذی و الحاکم عن
عبد الرحمن بن عوف و الحاکم
عن ابی ہریرۃ

امام بخاری نے ابی ہریرہ رضی عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
الرَّحِمُ شَجْنَةٌ مِنَ
الرَّحْمَنِ فَقَالَ اللَّهُ مَنْ
وَصَلَّكَ وَصَلَتْهُ وَمَنْ
قَطَعَكَ قَطَعَتْهُ
(الحدیث)

کے حق بیٹے پر باپ کی طرح ہیں۔ یہ حدیث امام بیہقی نے سعید بن عیان سے روایت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو زمین میں فساد کرے اور اس پر جو رحم کو قطع کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ :-

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ
اَنْ تَفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ
وَتَقَطِّعُوا اَرْحَامَكُمْ
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُ
اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعَمَّى
اَبْصَارَهُمْ
مُحَمَّدٌ

اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی کی تو قریب ہے کہ تم زمین میں فساد برپا کرو گے اور قطع کر دو گے اپنی قراہتوں کو (رشتے ناطے توڑ دو گے) یہی ہیں وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔ پھر ان کو کانوں سے بہرا کر دیا کہ حق نہیں سنتے اور ان کی آنکھیں اندھی کر دیں کہ حق نہیں دیکھتے۔

(۲۲ - ۲۳)

۱۔ امام ابوالبرکات النسفی علیہ الرحمۃ نے تفسیر مدارک التنزیل میں آیت کا یہی مفہوم لیا ہے جو متن میں مذکور ہے چنانچہ "اِنْ اَعْرَضْتُمْ وَتَوَلَّيْتُمْ عَنْ دِينِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَلْيَلِ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَسْلَمَ وَتَسْتَه" ان ترجموں والی ماکنتم علیہ فی الجاہلیہ... الخ (مدارک ج- ۴ ص ۱۱۶) علامہ زنجیزی "اِنْ تَوَلَّيْتُمْ" کی تفسیر کے علاوہ ایک دوسری تفسیر بھی بیان فرماتے ہیں۔ "هَلْ يَتَوَقَّعُ مِنْكُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَمْوَالِ النَّاسِ وَتَقَامَرْتُمْ عَلَيْهِمْ... الخ (دکشاف ج ۴ ص ۲۲۵)۔ کیا تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تمہیں حکومت مل جائے اور تم لوگوں پر اور ان کے معاملات پر امیر بن جاؤ تو تم زمین پر فساد برپا کرو گے اور اپنی قراہتیں قطع کرو گے۔" پہلی تفسیر میں ہر ایک کو بلا امتیاز تنذیر تھی جبکہ دوسری تفسیر کے مطابق حکام ووت ارباب اقتدار، رؤسا و اصرائے قوم کو ایک دلنشیں اور موثر انداز میں اپنے عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ضیاء الامت پیر کرم شاہ صاحب نے اسی دوسری تفسیر کے مطابق ترجمہ و تشریح فرمائی ہے جبکہ مصنف علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر میں آیت کی دونوں تفسیریں بیان کرتے ہوئے ان کے درجہ بھی بیان فرمائے ہیں (دیکھئے تفسیر منطہری ج - ۸ ص ۲۳۳ / ۲۳۴) چونکہ یہاں حقوق کے حوالے سے بات تھی اسلئے صرف ایک تفسیر پر اکتفا کیا گیا (المرتب ۶)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے یزید پر لعنت جائز فرمائی اور یتیم کی بے شمار قباحتوں کے باوجود صرف اُس کے قاطع رحم ہونے کی بنا پر اس آیتہ کریمہ سے اُس پر لعنت کے جائز ہونے کا استدلال فرمایا ہے۔

سوال :- اگر ایک رشتہ دار اپنے دوسرے رشتہ دار کے ساتھ بدسلوکی اور قطع رحمی کرے تو دوسرے کو اُس سے قطع جائز ہے یا نہیں۔

جواب :- دوسرے کو لازم ہے کہ صلہ کرے قطع نہ کرے۔ قطع رحم کا وبال قاطع رحم پر ہوگا۔ اور صلہ کی برکتیں صلہ رحم کرنے والے کو حاصل ہوں گی۔

چنانچہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

صلہ رحم کرنے والا وہ نہیں ہوتا جو نیکی کے بدلے میں صلہ اور نیکی کرے بلکہ صلہ کرنے والا وہ ہے کہ اس سے قطع رحم کی جائے تو وہ صلہ اور نیکی کرے یعنی بُرائی

لَيْسَ التَّوَّاصِلُ بِالتَّمَكَّرِي
وَلَكِنَّ التَّوَّاصِلَ الَّذِي
إِذَا قَطَعَتْ رَحِمَهُ
وَصَلَّاهَا -

کے عوض بھی نیکی کرے۔

(رواہ البخاری عن ابن عمر)

بدی را بدی سهل باشد جزا — اگر مردی احسن را من اَسَاء
مسلم نے ابی ہریرہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ! میرے رشتہ دار ہیں۔ میں اُن کے ساتھ صلہ رحم کرتا ہوں۔ وہ مجھ سے قطع کرتے ہیں اور میں اُن سے نیکی کرتا ہوں۔ وہ مجھ سے بُرائی کرتے ہیں میں اُن سے حلم و حوصلہ کرتا ہوں وہ مجھ سے جہل کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جیسا کہ تونے کہا اگر ایسا ہی ہے تو
گویا تو اُن کو خاکستر گرم یعنی آگ کھلا
رہا ہے۔ (کہ اُن کی ہلاکت اسی میں ہے)
اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیری

لَيْسَ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ
فَإِنَّمَا تَسْفِهِيهِمْ أُمَّلًا
وَلَا يَنزَالُ مَعَكَ مِنَ اللَّهِ
ظَهْرِيٌّ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ

اے بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دینا آسان ہے اگر تو (بارگشت) مرد ہے تو بُرائی کے عوض بھی حُسن سلوک کر (مرتب)

۱۰ تفسیر مظہری ج ۸ ص ۳۳۳ پر ملاحظہ فرمائیے۔

عَلَى ذَالِكَ - نصرت و امداد ہوتی رہے گی جب

تک تو اسی عادت پر قائم رہے گا۔ (الحدیث)

فائدہ : صلہ رحمی کرنے کے آخرت میں ثواب کے علاوہ دنیا میں بہت سے فائدے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ رِزْقُهُ
وَيُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ
رَحِمَهُ (متفق علیہ عن انس)

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میرا رزق فراخ
ہو اور میری نیک نامی باقی رہے
تو اُسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔

جو شخص چاہتا ہے کہ میرا رزق فراخ ہو۔ میری یاد باقی رہے نیک اولاد رہنے سے اور
اُس کا ذکر خیر کرنے والوں کے باقی رہنے سے تو اُسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

تَعَلَّسُوا مِنْ النَّسَابِكُمْ مَا
تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ فَإِنَّ
صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ
فِي الْأَهْلِ مَثْرَاءٌ فِي الْمَالِ
مَنْسَأَةٌ فِي الْأَثَرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
عَنِ ابْنِ مَرْبُودَةَ .

اپنی قرابتوں اور النساب کا علم سیکھو
تاکہ تم صلہ رحم کرو کیونکہ صلہ رحمی خاندان
میں محبت کا باعث ہے اور مال زیادہ
ہونے اور نیک نامی باقی رہنے کا سبب
روایت کیا اس کو ترمذی نے
ابن ہریرہ سے۔

جبکہ قاطع رحم کو عذابِ آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی وبال اور مصیبت میں مبتلا بنا پڑتا
ہے۔ چنانچہ ختم الرسل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

مَا مِنْ ذَنْبٍ أَحْرَى أَنْ يُعَجَّلَ
اللَّهُ لِمَا حَبِبَهُ الْعُقُوبَةَ
فِي الدُّنْيَا مَحَ يُدْخِلُهُ فِي
الْأَخْزَرَةِ مِنَ الْبَغِيِّ وَ
قَطِيعَةِ الرَّحِمِ -

بادشاہ عادل کے خلاف بغاوت اور
قطع رحم کے سوا کوئی گناہ ایسا نہیں
ہے جس کے سبب گنہگار کو دنیا میں
بھی اُس کا وبال اٹھانا پڑے گا اور
آخرت میں بھی عذاب ہوگا۔
(حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

امام بیہقی نے بھی حضرت ابی بکرہ سے روایت کی کہ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔
 كُلُّ الذُّنُوبِ يُغْفَرُ اللَّهُ مِنْهَا مَا شَاءَ إِلَّا عَقُوقَ الْوَالِدَيْنِ فَإِنَّهُ يُعْجَلُ لِصَاحِبِهِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا قَبْلَ الْمَمَاتِ -
 ہر گناہ جو اور جیسا بھی ہو اللہ تعالیٰ جسے اور جتنا چاہے گا بخش دیگا ماسوائے والدین کی بے فرمانی کے۔ پس اسکا وبال مرنے سے قبل دنیوی زندگی میں ہی آن پہنچے گا۔

فصل - اساتذہ و مشائخ، سادات کرام چہارم اور دیگر بزرگوں کے حقوق

ماں باپ کے حقوق کے پیش نظر جب بہن بھائیوں اور دوسرے اقرباء کے ساتھ صلہ رحم کرنا واجب ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء، پیران عظام اور اساتذہ کرام کے حقوق کو پیش نظر رکھیں تو سادات کرام، مشائخ، پیران عظام اور اساتذہ کرام کی اولاد کی جماعت کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک واجب اور ضروری ٹھہرتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :-

فَلَمْ يَأْتِ سُنَّتَكَ عَلَيْهِ
 أَجْدَارًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي
 الْقُرْبَى -

فرمادیکھئے (اے محبوب) کہ میں تم سے تبلیغ رسالت پر کوئی اجرت نہیں مانگتا سوا اس کے کہ تم میرے اقرباء کے ساتھ دوستی و محبت کرو۔

(الشوریٰ - ۲۳)

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا :-

(گذشتہ صفحے سے بقیہ) معلوم ہوا کہ قطع رحمی اور حاکم عادل کے خلاف بغاوت دو ایسے گناہ کبیرہ ہیں جن کا عذاب دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں دیا جائے گا۔

قُلْ إِنْ كَانَ لِلسَّرْحَمَنِ
وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ
الْعَابِدِينَ -

(اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے)
فرمادیں گے (جو اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد ثابت
کرتے ہیں) کہ اگر رحمن کی اولاد ہوتی تو
سب سے پہلے اسکی عبادت میں ہی کرتا
(حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے)

الترخرف — ۸۱
اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس کسی کا حق کسی کے ذمہ ہو تو اسے چاہیے کہ حقدار کی اولاد
کا حق بھی ادا کرے۔

سوال :- پیرانِ عظام اور سادات کرام کی اولاد میں سے کوئی (العیاذ باللہ)
فاسق، کافر یا رافضی ہو جائے تو اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟
جواب :- اگر فاسق ہو تو نصیحت کرنی چاہیے اور حقوق بھی ضرور ادا کرنے
چاہئیں۔ اگر رافضی یا ایسے بد عقیدہ بن جائیں جو کفر تک پہنچ جائیں تو اس کے ساتھ
دوستی برگز نہیں رکھنی چاہیے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا
قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ
قَدْ يَسْتَوُوا مِنَ الْآخِرَةِ
كَمَا يَسُوءُ الْكُفَّارِ مِنَ
أَمْحَبِ الْقُبُورِ (الممتحنہ)

اے مسلمانو! اس قوم کے ساتھ
دوستی نہ کرو جس پر اللہ تعالیٰ ناراض
ہے۔ یقیناً وہ لوگ تو نا امید ہو چکے
ہیں آخرت سے جس طرح قبروں
والے کفار نا امید ہو چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کے بیٹے کے متعلق فرمایا :-
إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ عَالَمِ الْبِرِّ
عَمَلٌ غَيْرٌ صَالِحٍ هود - ۲۶

کہ وہ تمہارے اہل عیال سے ہی نہیں
ہے کیونکہ اس کے اعمال نیک نہیں ہیں

سے یہاں طرز استدلال یہ ہے کہ ماں باپ کا جو استحقاق ہوتا ہے اولاد کا بھی وہی استحقاق ہوتا ہے۔
چونکہ عبادت اللہ تعالیٰ کا خاص استحقاق ہے۔ اسلئے اگر بالفرض اسکی اولاد ہوتی تو وہ بھی مستحق عبادت
ٹھہرتی اور سب سے پہلے میں ہی اسکی اولاد کی عبادت کر کے ان کا حق ادا کر دیتا حالانکہ اللہ تعالیٰ تو اولاد سے پاک ہے۔
لہذا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بھی عبادت نہیں کرتا۔ (مرتب)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

إِنَّ أَلَ أَبِي مُسْلِمٍ لَيْسُوا لِي
بِأَوْلِيَاءٍ وَإِنَّمَا وَلِيِّيَ اللَّهُ
وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَلكِنْ
لَهُمْ دَرَجَةٌ أَبْلَغْتُهَا بِبَلَاءِهَا
(متفق علیہ عن عمرو بن عاص)

اے ابی فلان میرے ولی و دوست نہیں
ہیں میرے دوست اللہ تعالیٰ اور
صالح مؤمنین ہیں لیکن ان کو میرے
ساتھ قرابت ہے اسلئے میں ان کے
ساتھ صلہ رکھی کرتا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سادات و مشائخ کی اولاد یا اپنے قریبی رشتہ داروں میں سے
کوئی اگر کافر بن جائے یا ایسا رافضی یا خارجی ہو جائے کہ کفر تک پہنچ جائے تو ان سے دوستی
ہرگز نہیں کرنی چاہیے لیکن صلہ اور احسان سے بھی دریغ نہ کیا جائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :-

لَا يَتَّخِذُ اللَّهُ مَعِينِ الَّذِينَ
لَدَيْهَا ثَلَاثُ أَلْفٍ مِنَ
الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ يَأْتُونَ
الْمُؤْمِنِينَ فَيُلْقُونَ فِيهِمْ
الْحِجَارَ أَكْثَرًا مِنْ
الْحَطَايِئِ الَّتِي فِي
الْأَكْفَادِ وَاللَّهُ
مَعِ الْغَافِلِينَ
(الممتحنہ - ۸)

اللہ تعالیٰ تمہیں منع نہیں کرتا کہ جن لوگوں
نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں
کی اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے
نکالا کہ تم ان کے ساتھ احسان کرو اور
ان کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرو۔
بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے
والوں کو دوست رکھتا ہے۔

یعنی ذمی کافروں کے ساتھ بھی احسان و مروت سے منع نہیں کیا گیا ہے



(مرتب)

اے تو اہل اسلام میں سے کسی کو مسلم قرابت دار کے ساتھ حسن سلوک اور احسان و مروت سے کیونکر روکا جاسکتا ہے۔

فصل پنجم :- دودھ پلانے والی کے حقوق

دودھ پلانے والی کا حق والدین کے حق کے ساتھ لاحق ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے رضاع کے ساتھ وہی چیزیں حرام فرمائی ہیں جن کو نسب سے حرام فرمایا مثلاً دودھ پلانے والی کا حق رضاع میں حرام فرمایا جیسا کہ نسبی بہنوں کا ایک نکاح میں بیک وقت جمع ہونا حرام ہے تاکہ قطع رحم کا موجب نہ ہو۔

ابی داؤد نے ابی الطفیل سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دودھ پلانے والی کو اپنی چادر مبارک بچھا کر اُس کے اوپر بٹھایا کرتے تھے۔

قسم ثالث : حاکم اور سلطان کے حقوق رعایا پر

حقوق میں سے ایک اور قسم ان لوگوں کے حقوق ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قہاری اور مالکیت کا مظہر بنایا جیسے حاکم قاضی وغیرہ۔

اور وہ حقوق مسلمان حاکم، مسلمان امیر اور قاضی کے حقوق ہیں جو پوری قوم پر واجب ہوتے ہیں۔ اور زوجہ پر شوہر کے حق، غلام و نوکر پر اُس کے مالک و اُستاد کے حق اور اہل و عیال پر سربراہ خانہ کے حقوق بھی اسی قسم سے ہیں کیونکہ مُلک، شہر اور گھر کا تمام نظام تنہا اُسی ایک کی غالب قوت سے تعلق رکھتا ہے۔



لے جو حقوق حقیقی والدین کے ہیں وہی حقوق اور احترام و اکرام رضاعی ماں باپ کے ہیں۔ دونوں کے احکام تقریباً یکساں ہیں سوائے تقسیم وراثت کے۔ (مرتب)

فصل اول امر و حکام کی اطاعت کا وجوب

حاکم وقت، امیر شہر اور امیر لشکر کی اطاعت رعایا پر واجب ہے جب تک خلاف شرع حکم نہ کریں اگرچہ رعایا کی طبیعت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی
اطاعت کرو اور تم میں سے اولی الامر
کی بھی فرمانبرداری کرو۔

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا
الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ
مِنْكُمْ (النساء: ۵۹)

حاکم وقت، امیر شہر اور امیر لشکر جب مسلمان ہوں تو اولی الامر میں داخل ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ
وَمَنْ يُطِيعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ
عَصَانِي وَإِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى
بِهِ فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَعَدْلٍ فَإِنَّ لَهُ بِذَلِكَ أَجْرًا وَإِنْ
قَالَ بغيرِهِ فَإِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ (وِزْرًا "مخدوف ہے")

(متفق علیہ عن ابی ہریرہ)

جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے (اپنے) امیر کی فرماں برداری کی اس نے میری فرمانبرداری کی اور جس نے امیر کی نافرمانی (حکم عدولی) کی اس نے میری نافرمانی کی۔ امیر تو لوگوں کیلئے ڈھال ہوتا ہے اس کے ساتھ رہ کر کفار سے جہاد کیا جاتا ہے۔ ان کے ساتھ پناہ حاصل کی جاتی ہے پس اگر وہ عدل و تقویٰ قائم رکھتا ہے تو اسے ثواب اور اگر اسکے علاوہ کچھ اور کریگا تو اس کا گناہ اسی پر ہوگا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

سنو اور فرما تہذاری کرو (امیر کی) اگرچہ
تم پر کسی ایسے حبشی غلام کو حاکم بنا دیا گیا
ہو جس کا سر انگور کے دانے کی طرح سیاہ
اور چھوٹا بھی کیوں نہ ہو۔

مسلم امیر کا حکم سننا، اس پر عمل کرنا، ہر
مسلمان پر واجب ہے اگرچہ اس کا حکم
پسند ہو یا ناپسند، ہو جب تک گناہ
کا حکم نہ کرے۔ جب گناہ کا حکم دے
تو کوئی سمع و اطاعت واجب نہیں۔
بخاری و مسلم نے ابن عمر اور علی رضی اللہ
عنہما سے روایت کیا۔

جو شخص اپنے حاکم سے کوئی ناپسندیدہ
عمل دیکھے تو اسے اس پر صبر کرنا چاہیے
اس لئے کہ جو شخص بھی مسلمانوں کی جماعت
(بغاوت کرتے ہوئے) بالشت بھر بھی
علحدہ ہوا پھر اسی حالت میں مر گیا تو
وہ جاہلیت کی موت مرا۔

إِسْمَعُوا وَاطِيعُوا وَإِن
اسْتَعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ
مَبِيتِي طَهَانًا مِنْ أَسْمَاءَ
ذَبِيْبَةَ - رواه البخارى عن انس

نیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ :-

السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى
الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا
أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَدَيْكُمْ
بِمَنْصِيَّةٍ فَإِذَا أَمَرَ بِمَنْصِيَّةٍ
فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ -

متفق علیہ عن ابن عمر وعن علیؑ

نصوہ -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا
يَكْرَهُهُ فَلْيَصْبِرْ فَإِنَّهُ
لَيْسَ أَهْدَى نَارًا مِنَ الْجَمَاعَةِ يَتَّبِعُهَا
فَيَمُوتُ إِلَّا مَاتَ مَيْتَةً
جَاهِلِيَّةً - (متفق علیہ)

عن ابن عباس (-)

بغاوت نہ کرے بلکہ کفر لقمی احسن اسکی اصلاح کرتا رہے تاکہ وحدت اسلامی قائم و دائم رہے۔ ہاں اگر
اسکے اقدامات سے دین اسلام کو خطرہ پیدا ہونے لگے تو اب شرعی طریقہ سے اسلامی مجلس شوریٰ
کے ذریعے امیر یا حاکم کو معزول کیا جاسکتا ہے۔

بہر حال عوام الناس کی جانب سے ایسا کوئی اقدام شرعاً جائز نہیں جو اسلامی وحدت
اور مسلمانوں کی اجتماعیت کیلئے نقصان دہ ہو۔ (مرتب)

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :-

إِنَّكُمْ سَتَرُونَ بَعْدِي أُمَّةً
وَأُمُورًا تَنْكِرُونَهَا قَالُوا
فَمَا تَأْمُرُنَا يَا رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟
قَالَ أَدُّوا إِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ
وَاسْتَلُوا اللَّهَ حَقَّكُمْ
(متفق علیہ عن ابن مسعود)

عنقریب تم میرے بعد بادشاہوں میں
نفس پروری اور ناپسندیدہ امور
دیکھو گے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت ہم سے لئے
آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا تم ان کے
حقوق ادا کرنا اور اپنے حقوق اللہ تعالیٰ
سے مانگنا (یہاں تک) مسلم نے ابن مسعود
سے روایت کی۔

صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگرچہ ہمارے امیر اپنے حقوق ہم سے
طلب کریں اور ہمارے حقوق ہمیں ادا نہ کریں (تب بھی)۔ تو ارشاد فرمایا۔

أَنْ كَأَحْكُمْ سَنُوا وَأَطَاعَتُكُمْ
أَنْ يَرْوِي وَاجِبٌ جِو (اللَّهُ تَعَالَى)
لِأَنَّ كَيْ ذَمُّهُ وَاجِبٌ فَرَمَايَا (عَدْلُ وَ
النَّصَا أَوْ رَعِيَّتُكُمْ) أَوْ تَمُّكُمْ يَرْوِي
وَاجِبٌ جِو (اللَّهُ تَعَالَى) لِي تَمَّكُمْ ذَمُّهُ
وَاجِبٌ فَرَمَايَا (طَاعَتُكُمْ) فَرَمَايَا (رُكِّي)

إِسْمَعُوا وَأَطِيعُوا
فَإِنَّمَا عَلَيَّ مَا
حَمَلْتُمْ وَعَلَيْكُمْ مَا
حَمَلْتُمْ
(رواه مسلم عن وائل
بن حجر)۔

فصل دوم : قاضی اور حج حضرات کے حقوق

اگر قاضی شریعت کے موافق حکم کرے تو خوشی اور کھلے دل سے قبول کرنا واجب ہے۔

نے خلاف شریعت ہونے کی وجہ سے وہ امور تمہیں ناپسند ہوں گے۔ (مرتب)

کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں :

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ
حَتَّىٰ يُحَاجُّوكَ فِي مِمَّا
شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا
يَجِدُوا فِي الْفُسْهُمِ
عَرْدًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ
يُسْتَسْوَأُ لَسِيئًا .

(النساء : ۶۵)

(اے حبیب) تیرے رب کی قسم وہ
ایماندار ہو ہی نہیں سکتے جب تک وہ تمہیں
اپنے باہمی نزاعات و اختلافات میں
اپنا حاکم تسلیم نہ کر لیں پھر آپ کے فیصلہ
پر اپنے دلوں میں تنگی و ناخوشی بھی
محسوس نہ کریں اور دل و جان سے
اُسے برحق تسلیم کر لیں ۔

اور ہدایہ میں ہے کہ اگر قاضی یہ کہہ دے کہ میں نے تجھے حکم دیا ہے کہ تو اس کو سنگسار
کر یا اُس کے ہاتھ کاٹ دے یا اُس کو کوڑے لگا تو قاضی کے حکم کی تعمیل جائز اور ضروری ہے
امام ابو منصور فرماتے ہیں کہ اگر قاضی عالم و عادل ہے تو (بلا تردد و بلا توقف) تعمیل حکم کرے
اور اگر جاہل و عادل ہو تو اُسکی وجہ دریافت کی جائے ، اگر وجہ معقول بتائے تو تعمیل حکم کی جائے
ورنہ نہیں اور اگر فاسق ہے تو جب حکم کا سبب معقول نہ پائے ، تعمیل نہ کرے ۔

فصل سوم : شوہر کا حق زوجہ پر

عورت پر اُس کے شوہر کے حقوق کے بیان میں بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں
چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اگر میں کسی کو کسی اور کیلئے سجدہ کرنے
کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے
خاوند کو سجدہ کرے (ترمذی اور ابوداؤد
اور دیگر ائمہ نے قیس بن سعد سے اور احمد نے
ابی ہریرہؓ اور معاذ سے روایت کی ۔

لَوْ كُنْتُ أَمْرًا أَحَدًا لَأَنْ
لَيَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمْرَةٍ
الْمَرْأَةُ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا
(رواہ الترمذی و ابوداؤد و نحوه
عن قیس بن سعد و احمد بن ابی ہریرہ)

نیز ترمذی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت فوت ہوئی اور اس کا خاوند اس پر راضی ہے تو وہ بہشت میں داخل ہوگی۔ ابو نعیم حلیہ میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت پانچوں نمازیں ادا کرے، ماہ رمضان کے روزے رکھے، پاکدامن رہے اور خاوند کی تابع و اربہ ہے تو وہ بہشت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔ امام احمد نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اگر کسی کو میں سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو یہ حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ اگر خاوند زوجہ کو حکم دے کہ سیاہ پہاڑ سے سفید پہاڑ تک اور سفید پہاڑ سے سیاہ پہاڑ تک پھرتے چائے تو اسے چاہیے کہ ایسا ہی کرے (حکم بجالائے)۔ امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی عورت اپنے خاوند کو تکلیف و ایذا دیتی ہے تو حوران بہشتی اسے کہتی ہیں کہ تجھ پر خدا کی لعنت ہو یہ شخص تیرے پاس تو مہمان ہے۔ عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آجائے گا۔

فصل چہارم : مالک کے حقوق غلاموں اور لوگوں پر

غلام پر اس کے مالک اور آقا کے حقوق کے بیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا :-

غلام جب اپنے مالک، آقا کی خیر خواہی کرے اور اپنے رب کی عبادت بہترین طریقے سے کرے تو اسکو دو گنا ثواب ملے گا۔

إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا نَصَحَ
سَيِّدَهُ وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ
اللَّهِ فَلَهُ أَجْرٌ مِّثْلَيْنِ

(رواہ البخاری سلم عن عبد اللہ بن عمرو)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

بہت خوش نصیب ہے وہ غلام جو اس
حال میں مر گیا کہ وہ اپنے رب کی عبادت
اور اپنے آقا کی اطاعت احسن طریقہ
سے کرتا تھا اور وہ بہت ہی خوشحال ہے

لِعِمَّا لِلْمَمْلُوكِ اَنْ يَتَّقَاهُ
اللّٰهُ بِحَسَنِ عِبَادَةِ
رَبِّهِ وَطَاعَةِ سَيِّدِهِ
وَلِعِمَّا لَهُ رَفَقَ عَلَيْهِ عَنِ

ابی ہریرہ (رض)

(بخاری مسلم نے ابی ہریرہ سے روایت کی)

سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

جب غلام بھاگ (فرار ہو) جائے اُسکی
کوئی نماز قبول نہیں ہوتی ایک روایت
میں یوں ہے کہ جو غلام اپنے مالکوں
سے بھاگ گیا تو وہ یقیناً کافر ہوا
جب تک اُن کے پاس واپس نہ لوٹ
آئے یعنی ناشکر گزار احسان فراموش

اِذَا بَلَغَ الْعَبْدُ لَكَ يَوْمَ
لَهُ صَلَاةٌ زَوَّيْتُ رَوَايَةَ اَيْمًا
عَبْدَهُ اَبَقَ مِنْ مَوْلَايِهِ
فَقَدْ كَفَرَ حَتَّى يَرْجِعَ
اِلَيْهِمْ -

(رواہ مسلم عن

جریر)

ہوگا۔ (مسلم نے حضرت جریر سے روایت کی)

بیہقی نے حضرت جابر سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین
شخص ہیں جن کی نماز قبول نہیں ہوگی ۱۔ وہ غلام جو اپنے آقا سے بھاگ جائے جب
تک اُس کے پاس واپس نہ آئے۔ ۲۔ وہ عورت جس کا خاوند اس پر راضی و خوشنہ
ہو ۳۔ مست شخص جب تک ہوش میں نہ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

جس شخص نے کسی عورت کو اس کے
خاوند سے بہکایا۔ یا کسی غلام کو اُسکے
مالک سے درخایا تو وہ ہم میں سے نہیں

لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَاةً
عَلَى زَوْجِهَا اَوْ عَبْدًا عَلَى
سَيِّدِهِ (رواہ ابو داؤد عن ابی ہریرہ)



قسم چہارم محکوم کے حقوق حاکم پر

حقوق العباد کی ایک قسم رعایا کے وہ حقوق ہیں جو بادشاہ، حاکم اور قاضی پر واجب ہوتے ہیں نیز زوجہ کے حقوق شوہر پر، چھوٹی اولاد کی تعلیم و تربیت کے حقوق والدین پر اور غلاموں کے حقوق اُن کے آقاؤں اور مالکوں پر واجب ہوتے ہیں۔

یہ تمام حقوق اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں جب کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی بے نیاز ذات والصفات پر اپنے بندوں کیلئے رحمت واجب فرمائی ہے پس دنیا میں جس کسی کو بھی اُس نے مالک و محافظ بنایا تو اس پر بھی یہی (رحمت کرنا) واجب فرما دیا:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

الْأَفْكَانُ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ
مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَالْإِمَامُ
الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ
مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ
رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ
مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ
رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا
وَوَلَدِهَا وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا
وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلَى مَالِ
سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ
الْأَفْكَانُ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ
مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ -

(متفق علیہ عن عبد اللہ بن عمر)

خبردار رہو! تم میں سے ہر ایک سے اُسکی رعایا کے متعلق سوال ہوگا (کہ اُس نے انکی خبر گیری کی تھی یا اُن کو آوارہ چھوڑ دیا تھا) بادشاہ ملک کے تمام لوگوں کا محافظ ہے۔ اُس سے اُسکی رعایا کے متعلق سوال ہوگا۔ ہر مرد اپنے افرادِ خانہ پر نگہبان ہے، اُس سے اُسکی رعایا کے متعلق سوال ہوگا اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اُسکی اولاد پر نگہبان ہے۔ اُس سے اُسکی اپنی رعایا کے بارے سوال ہوگا۔ کسی کا غلام اپنے مالک کے مال پر محافظ ہے اُس سے اُسکی اپنی رعایا کے متعلق سوال ہوگا۔ خبردار رہو! تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک اپنی

اپنی رعایا کے بارے میں جواب دہ ہوگا۔

فصل اول ○ رعیت کے حقوق بادشاہ اور امیر پر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

جو مسلم حکمران مسلم قوم کا حاکم تو بن جائے
مگر قوم کی فلاح و بہبود کے کام کئے
بنیہ مرگیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر سہشت
حرام فرمادی ہے۔

مَا مِنْ وَاٰلٍ يَلِي رَعِيَّتَهُ فَمِنْ
الْمُسْلِمِيْنَ فَيَمُوْت وَهُوَ
غَائِبٌ اِلَّا حَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ

(متفق علیہ عن معقل بن یسار)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

اے بارخدا یا! جو کوئی بھی میری امت
کے معاملات کا متولی و حاکم بنا پھر وہ
میری امت پر سختی کرے تو تو بھی اُس
پر سختی کر اور جو کوئی میری امت کے
معاملات کا حاکم و متولی بنے اور وہ
اس پر نرمی کرتا ہے تو تو بھی اُس پر
نرمی اور مہربانی فرما۔

اَللّٰهُمَّ مَنْ وَّرِيَ مِنْ اُمَّرِائِمُنِيْ
شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْتَقُّ
عَلَيْهِ وَمَنْ وَّرِيَ مِنْ اُمَّرِ
اُمَّتِيْ شَيْئًا فَدَفَّقَ بِهِمْ
فَارْفُقْ -

رواہ مسلم عن عائشہ

مسلم نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ عدل و انصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک نور کے ممبروں پر ہوں گے
یہ وہ لوگ ہیں جو حکم دینے میں حکمران بنانے میں اور ان تمام امور میں جن پر
ان کو والی بنایا گیا ہے اور جس کا ان کو حکم دیا گیا ہے ان تمام امور میں عدل و انصاف
کرتے ہوں۔

دامی نے ابی ہریرہ رضی سے روایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ ہر دس افراد میں سے جو بھی ان کا سردار و سربراہ ہوگا بروز قیامت اُس کو گردن
کے پیچھے اُس کے دونوں ہاتھ باندھ کر لایا جائے گا تا وقتیکہ اُس کو (اُس کا اپنا) عدل

والصاف ربانی دلائے یا (اُس کا کیا ہوا) ظلم اُسے ہلاک کر دے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر روز قیامت
بلحاظ مرتبہ سب سے زیادہ محبوب
و مقرب حاکم عادل ہوگا۔ اور اللہ
تعالیٰ کو ہر روز قیامت سب سے زیادہ
مبغوض اور سخت ترین عذاب میں
مبتلا حاکم ظالم ہوگا۔

ترمذی نے ابی سعید سے روایت کی۔

رحمۃً للعلمین شفع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

بادشاہ زمین پر اللہ کا سایہ ہوتا ہے
اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ہر مظلوم
اُسکی طرف اگر پناہ لیتا ہے۔ اگر
اُس نے عدل و انصاف کیا تو اُسے ثواب
ہوگا اور رعیت پر شکر واجب ہوا
اور اگر اُس نے ظلم کیا تو اُس پر
عذاب ہوگا اور رعیت پر صبر واجب ہے
امام بیہقی نے ابن عمر سے روایت کی

انَّ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَى اللَّهِ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَقْرَبُهُمْ
مِنْهُ مَجْلِسًا أَمَامَ عَادِلٍ
وَأَنَّ أَبْغَضَ النَّاسِ إِلَى
اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
رَأْسُهُمْ عَذَابًا أَمَامَ جَائِرٍ

(رواہ الترمذی عن ابی سعید)

إِنَّ الشُّطْرَانَ ظِلُّ اللَّهِ
فِي الْأَرْضِ يَا رُبِّي إِلَيْهِ كُلُّ
مَظْلُومٍ مِنْ عِبَادِهِ فَإِذَا
عَدَلَ كَانَ لَهُ الْأَجْرُ وَ
عَلَى الرَّعِيَّةِ الشُّكْرُ وَإِذَا
جَارَ كَانَ عَلَيْهِ الْأَمْرُ
وَعَلَى الرَّعِيَّةِ الصَّبْرُ۔

(رواہ البیہقی عن ابن عمر)



فصل دوم۔ رعایا کے حقوق قاضی پر

قاضی کو حق پر فیصلہ کرنا فرض ہے۔ خلاف شرع فیصلہ کرنا کفر کے قریب ظلم اور فسق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

۱) وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ
(المائدہ - ۴۴)

جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے موافق فیصلہ نہیں کرتے تو یہی لوگ کافر ہیں۔

۲) وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (المائدہ - ۴۵)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے موافق فیصلے نہیں کرتے یہی لوگ ظالم ہیں۔

۳) وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (المائدہ - ۴۶)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے نہیں کرتے تو یہی لوگ فاسق ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

القضاة ثلاثة واحد في الجنة والآخران في النار فاما الذي في الجنة فرجل عرف الحق فقصي به ورجل عرف الحق فجار في الحكم فهو في النار ورجل قضى للناس على جهل فهو في النار (رواه

قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک

جنتی اور دو جہنمی۔ وہ قاضی جو

بہشت میں ہونگے یہ وہ مرد ہوتا ہے

جو حق پہچانے اور اسی کے موافق

فیصلہ کرے (لیکن) وہ مرد جو جو حق

پہچاننا تو ہے مگر فیصلہ کرنے میں ظلم

کرتا ہے (حق کے موافق حکم نہیں

کرتے) یہ بھی دوزخ میں۔ اور جو

جاہلانہ فیصلے کرتے ہیں یہ بھی دوزخ میں

الوداؤد و ابن ماجہ عن برید)

۱۔ ان القرآن یفسر بعضہ بعضاً کے مطابق یہاں فاسق اور ظالم سے بھی وہی کافر مراد ہے جو پہلی آیت میں مذکور ہے (قدیم)

اور ابو داؤد ابی ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص قاضی بنا بچھراُس کا عدل اُسے ظلم پر غالب رہا تو اُس کیلئے بہشت ہے۔ لیکن اگر اُس کا ظلم اُس کے عدل پر غالب ہو گیا تو وہ دوزخ میں ہوگا۔

فصل سوم • زوجہ کے حقوق شوہر کے ذمہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ
بِالْمَعْرُوفِ -

(البقرہ - ۲۲۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

إِنَّ مِنْ أَكْثَرِ الْمُؤْمِنِينَ
إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ
خُلُقًا وَالْأَطْفَمُ بِأَهْلِهِ
رواه الترمذی عن عائشہ
وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ نَحْوَهُ -

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

نَهَيْتُكُمْ عَنْ خَيْرِكُمْ لِأَهْلِهِمْ
وَأَنَا خَيْرِكُمْ لِأَهْلِي -

(رواه الترمذی عن عائشہ)

اور اُن کے بھی حقوق ہیں (مردوں پر) جیسے مردوں کے حقوق ہیں اُن پر دستور کے مطابق۔

اہل ایمان میں سے زیادہ کامل ایمان
وہ شخص ہے جو اعلیٰ اخلاق کا مالک
ہو اور اپنے اہل و عیال پر بہت
مہربان ہو۔ ترمذی نے سیدہ عائشہ
صدیقہ سے اور ابی ہریرہؓ سے اس کے ہم معنی
حدیث بھی روایت کی۔

تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے بیوی
بچوں کیلئے بہتر ہو اور میں اپنے
اہل و عیال کیلئے سب سے زیادہ بہتر ہوں

جناب معاویہ شیری نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ عورت کا خاوند
کے ذمہ کیا حق ہے؟ فرمایا مرد جیسا خود کھائے ویسا زوجہ کو کھلائے۔ جیسا کپڑا خود

پہنے ویسا ہی اُس کو پہنائے۔ منہ پر اس کو نہ مارے اور بُرا بھلا بھی نہ کہے۔ اُس کو اکیلا چھوڑ کر بوجہ ناراضگی دوسرے مکان میں نہ چلا جائے بلکہ اسی مکان میں رہے۔
 راسع احمد، ابی داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا "آج رات بہت سی عورتیں میرے گھر آئیں اور اپنے شوہروں کی شکایات کیں، وہ مرد اچھے لوگ نہیں ہیں۔" (ابوداؤد) ابن ماجہ اور دارمی نے اس کو ایسا بن عبد اللہ سے روایت کیا۔

فصل چہارم ۵ اولاد پر شفقت کرنے کے بیان میں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-
 مَنْ عَالَ جَارٍ يَتِيئٍ حَتَّى تَبْلُغَا
 جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا
 وَهُوَ هَكَذَا وَضَعُ
 اصَابِعَهُ رَدَّهُ مُسْلِمٌ عَنِ النَّسِ -
 جس نے دولت کیوں کی بالغ ہونے تک
 پرورش کی تو وہ اور میں بروز قیامت
 اس طرح آئیں گے اور اپنے
 دو انگلیاں باہم ملا دیں۔

۱۔ یعنی زوجہ پر خاوند ناراض ہو جائے تو زوجہ کو گھر میں اکیلا چھوڑ کر کسی دوسرے گھر چلا جائے بلکہ اسی گھر میں رہے (دیگر تمام حقوق و فرائض بدستور ادا کرتا رہے) البتہ اگر چاہے تو چند روز بستر الگ کر لے
 ۲۔ پورا قصہ یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی عورتوں کو نہ مارو۔ اس کے چند دن بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ عورتیں اس قدر دلیر ہو گئی ہیں کہ مردوں پر بدزبانی کرنے لگی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو تادیباً مارنے کی اجازت فرمادی۔ اس کے بعد بہت ساری عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانہ اقدس میں حاضر ہوئیں اور اپنے مردوں کی شکایات پیش کیں جس پر سرکارِ درعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مرد اچھے لوگ نہیں ہیں۔ (قدیم)

پتہ چلا کہ جب تک بندہ اعتدال میں رہے۔ حدود سے تجاوز نہ کرے (مرد ہو یا عورت) تو وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کو پسند بھی ہوتا ہے اور سزا وغیرہ سے محفوظ بھی۔ لیکن جب وہ راہ اعتدال چھوڑ کر کج روی کرنے لگے تو وہ پھر تادیبی ضرب کا مستوجب ہوتا ہے۔ دوسرا یہ سبق ملا کہ مردوں کو اپنی خداداد فوقیت پر عترت انا اور اترانا نہیں چاہیے اور نہ ہی تاجر اور جاہلین جانا چاہیے اور خواتین کو بھی اپنی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے شوہروں کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دینا چاہیے۔ (مرتب)۔

اور صحیحین میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرے پاس ایک عورت آئی اور اُس کے ساتھ دو بیٹیاں بھی تھیں اور مجھ سے کچھ کھانے کو مانگا لیکن اُس وقت میرے پاس ایک دانہ کھجور کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہی اُس کو دے دیا۔ پھر اُس عورت نے کھجور کے دانہ کو دو حصے کر کے اُن لڑکیوں میں تقسیم کر دیا اور خود کچھ نہ کھایا اور چلی گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو میں نے قصہ درست طور پر عرض کیا تو

فرمایا :-

جو کوئی بیٹیوں کے ساتھ آزا یا جائے
(بیٹیاں زیادہ رکھتا ہو یا بہنیں) پھر
وہ اُنکے ساتھ حُسن سلوک کرتا ہے تو
وہ اُس کیلئے آگ سے پردہ بن جائیگی۔

مَنْ ابْتَلَى مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ
بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ
لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ -

سیدہ عائشہ صدیقہ سے صحیحین میں یہ بھی روایت ہے کہ ایک دہقان بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی کیا آپ اولاد کو بوسہ دیتے ہیں، ہم تو بوسہ نہیں دیتے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے رحمت
و شفقت دور کر دی ہے تو میں کیا
کر سکتا ہوں۔

أَوْ أَمَلِكُ نَكَ أَنْ نَزَعَ
اللَّهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ



فصل پنجم : غلاموں کو کروں کے حقوق ان کے مالکوں اور آقاؤں کے ذمہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا .
 اٰخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ
 اَيْدِيكُمْ فَمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ
 اٰخَاهُ تَحْتَ يَدَيْهِ فَلْيُطْعِمْهُ
 مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيَلْبِسْهُ مِمَّا
 يَلْبَسُ وَلَا يَكْثِفْهُ مِنْ
 الْعَمَلِ مَا يَغْلِبُهُ فَإِنَّ
 كَلْفَهُ مَا يَغْلِبُهُ
 فَلْيُعِنْهُ عَلَيْهِ -
 (متفق علیہ عن
 ابی ذر)

تمہارے بھائی ہیں وہ بھی جن کو اللہ
 تعالیٰ نے تمہارے زیر دست (ماتحت)
 کر دیا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے جس کو اسکے
 بھائی کا مالک بنایا تو اس کو (مالک کو)
 چاہیے کہ اپنے ماتحت کو اسی میں سے
 کھلائے جو خود کھاتا ہے اور اسی میں
 سے اس کو پہنائے جو خود پہنتا ہے
 اور اس کی طاقت سے زیادہ مشکل کام
 کا حکم نہ دے . ہاں اگر اسے کسی بھاری
 کام کا حکم دینا پڑ جائے تو خود بھاری
 کی امداد کرے اور ہاتھ بٹائے .

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا .

جب تمہارے خادم نے طعام تیار
 کر کے تمہارے سامنے پیش کیا تو چونکہ
 اس نے آگ کی طیش اور گرمی و حریت
 کی مشقت برداشت کی اسلئے چاہیے
 کہ اس کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاوے .

إِذَا صَنَعَ لِأَخِيكَ
 خَادِمًا طَعَامَهُ ثُمَّ جَاءَ
 وَقَدْ وُلِيَ حَرًّا وَدَعَانَهُ
 فَلْيَقْعِدْهُ مَعَهُ فَلْيَأْكُلْ
 فَإِنَّ كَانَ الطَّعَامُ

اگر کھانا کم اور کھانے والے زیادہ ہوں تو اُس کے ہاتھ پر ایک دو لقمے رکھ دے۔

جس نے اپنے غلام پر زنا کی تہمت لگائی حالانکہ وہ اُس سے پاک ہو تو قیامت کے دن اُس کو کوڑے مارے جائیں گے۔

جس نے اپنے غلام کو اُس جرم کی سزا دی جس کا وہ مرتکب ہی نہیں تھا یا اُس کو تھپڑ مارا تو اُس کا کفارہ یہ ہے کہ اُسے آزاد کر دے۔

اور مسلم نے ابو مسعود سے روایت کیا کہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ پیچھے سے میں نے آواز سنی کہ اے ابا مسعود! اللہ تعالیٰ تجھ پر اس سے زیادہ قادر ہے۔ جتنا تو اُس غلام پر قدرت رکھتا ہے۔ جو نہی میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اس کو خُدا کیلئے آزاد کر دیا۔ فرمایا اگر ایسا نہ کرتا تو اگ تجھے ضرور پہنچتی۔

اُسے غلام پر جھوٹی تہمت لگانے والے کو۔ یعنی کسی نے اگر اپنے زر خرید غلام پر زنا کا جھوٹا الزام لگایا تو اُس الزام اور تہمت لگانے والے مالک پر اس دنیا میں تو حد قذف نہیں ہے البتہ بروز قیامت اُسے حد قذف پر کوڑے مارے جائیں گے۔ لیکن عہدِ حاضر میں غلاموں کی جگہ نوکروں اور خادموں نے لے لی ہے تاہم اُن کے احکام غلاموں والے احکام نہیں ہیں۔ کسی کے تختواہ خمار نوکر ہونے کے باوجود یہ آزاد رہتے ہیں۔ غلام نہیں بن سکتے اور تختواہ دینے والا اُن کا مالک نہیں بن سکتا یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے اپنے نوکر پر زنا کی تہمت لگائی اور وہ نوکر اُس فعلِ شنیع سے بری تھا تو اس جھوٹے الزام لگانے والے پر اسی دنیا میں اسلامی عدالت حد قذف نافذ کرے گی جو سو کوڑے ہیں۔ (مرتباً)

مَشْفُوها قَلِيلاً فَلْيَضَعْ
فِي يَدَيْهِ مِنْهُ أُكْلَةً أَوْ
اُكْلَتَانِ (رواه مسلم عن ابى هريره)
رسولِ كريم صلى الله عليه وسلم نے فرمایا۔

مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهُ وَهُوَ
بِرِيئٍ مِمَّا قَالِ جُلِدَ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ. (متفق عليه
عن ابى هريره)

حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا۔
مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا مَّا لَهٗ
هَذَا لَدَيَّا يَوْمَ
لَطْمِهِ فَإِنَّ كَفَّارَتَهُ
أَنْ يَعْتِقَهُ (رواه مسلم عن ابن عمر)

حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری کلام یہ تھی کہ فرما رہے تھے۔

نماز کی حفاظت کرو۔ نماز کی حفاظت کرو اور اپنے غلاموں کے حقوق کی حفاظت کرو۔ یہ تھی نے شعب الایمان میں اُم سلمہ سے روایت کیا۔ اور احمد، ابو داؤد نے علی سے اُسی کے ہم معنی روایت کیا۔

الصَّلَاةُ الصَّلَاةُ وَمَا مَلَكَتْ
أَيْمَانُكُمْ - رواه البيهقي
في شعب الایمان عن
أُم سلمه وَاحمد
وَابوداؤد عن علی نحوه

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

جس میں یہ تین صفات ہوں گی اللہ اُس پر اُسکی موت آسان کر دے گا۔ اور اُسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ کمزور پر مہربانی، ماں باپ پر شفقت اور غلاموں کے ساتھ احسان اور حسن سلوک

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ يَسَّرَ
اللَّهُ مَوْتَهُ وَأَدْخَلَهُ
جَنَّتَهُ رَفِيقًا بِالضَعِيفِ
وَشَفَقَةً بِالْوَالِدَيْنِ وَإِحْسَانًا
رَأَى الْمَمْلُوكَ رواه الترمذی عن جابر

ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خادم سے کتنی بار قصور معاف کر دینا چاہیے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ (اس سوال کا) جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ فرمایا۔ ہر روز ستر بار معاف کر دیا کرو۔ یہ حدیث ترمذی نے ابن عمر سے اور ابو داؤد نے سیدنا عمر سے روایت کی۔

اور فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خبردار ہو کر سنو! میں تم کو تمہارے سب سے زیادہ بد بخت کی خبر دیتا ہوں۔ تمہارا سب سے زیادہ بد بخت وہ شخص ہے جو اکیلا کھاتا ہے، غلاموں کو مارتا ہے اور اپنا رُفد بھی کسی کو نہیں دیتا۔ (رزین نے ابی ہریرہ سے روایت کی)

”رُفد“ کا معنی اعانت اور مدد کرنے کے ہیں۔ قریش میں رسم تھی کہ ہر شخص اپنی اپنی طاقت کے مطابق مال لے لے، تا جب بہت سارا مال جمع ہو جاتا تو اس سے طعام

اور کشتش خرید لیتے تھے۔ پھر حج کے موسم میں یہی طعام لوگوں کو کھلاتے اور شربت پلاتے پس "رفد" اُس مال کو کہتے ہیں جس کو شہری لوگ مسافروں، مسکینوں اور نووارد مہمانوں کیلئے جمع اور محفوظ رکھیں۔

فصل ششم: مملوک جانور کے حقوق

مملوک اگر جانور ہو تو اُس پر بھی احسان کرنا اور اچھا برتاؤ کرنا ضروری ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاغراؤنٹ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

ان بے زبان جانوروں کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ احسان اور حسن سلوک کے ساتھ اُن پر سواری کرو اور بہتری اور احسان کے ساتھ انکو چھوڑ دو

اتَّقُوا اللَّهَ فِي هَذِهِ الْبَهَائِمِ الْمَعْجَمَةِ فَارْكَبُوهَا صَالِحَةً وَارْكَبُوهَا صَالِحَةً

رواه ابو داؤد عن سهل بن حفص

قسم پنجم: ہمسایہ دوست اور ہمسفر کے حقوق

حقوق العباد میں سے ایک اور قسم ہمسایہ دوست، ساتھی اور ہمسفر کے حقوق ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قرب و معیت کو ظاہر کرنے والے ہیں چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا

اور عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور شریک بناؤ اُس کے ساتھ کسی شی کو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو نیز رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں اور رشتہ دار ہمسایہ اور غیر رشتہ دار پروسی اور ہم مجلس اور مسافر اور جو ظلم اور

وَأَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ

السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ
(النساء - ۳۶)
کنیزائیں تمہارے قبضہ میں ہیں ان سب کے
ساتھ حسن سلوک کرو!

کلمات قرآنی کی مزید تشریح

الْجَارِ ذِي الْأَرْحَابِ - غیر رشتہ دار قریبی، ہمسایہ جس کا گھر اپنے گھر کے متصل
یا قریب ہو اور وہ ہمسایہ جو قریبی رشتہ دار ہو (دونوں مراد
ہیں) ان کے ساتھ بھی احسان اور حسن سلوک کا حکم ہے۔

الْجَارِ الْجَنَبِ - وہ ہمسایہ جو دور کا رشتہ دار ہو یا رشتہ دار تو نہ ہو مگر دور کی
ہمسائیگی ہو (یہ بھی دونوں مراد ہیں) ان کے ساتھ بھی حسن سلوک اور
احسان کرنے کا حکم ہے۔

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ - دوست، ہم مجلس، اور رفیق سفر
ابن عباس، مجاہد اور عکرمہ فرماتے ہیں کہ الصَّاحِبِ بِالْجَنبِ
سے مراد ہم سفر ہے۔ علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے
ہیں کہ زوجہ اور مسافر مراد ہیں جبکہ ابن السبیل سے مراد
مہمان ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔
الْجِيرَانُ ثَلَاثَةٌ: فَجَارٌ
لَهُ ثَلَاثَةٌ حَقُّوْهُ حَقٌّ
ہمسائے تین قسم ہیں۔ ایک وہ پڑوسی
ہے جس کے تین طرح کے حقوق ہیں

لِالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ سے دوست، ہم مجلس، رفیق سفر اور زوجہ کے علاوہ ہم سبق، ہم پیشہ، ہم درس
بھی مراد ہیں (منظری، مدارک، کشاف) قَالَ ابْنُ جَرِيحٍ وَابْنُ زَيْدٍ - الَّذِي يُصْحَبُ رَجَاءً
لَفَعْلَتٍ فَيَسْتَمِلُ التَّلْمِيذَ وَتَلْمِيذَ اسْتَاذِهِ (تفسیر منظری ص ۱) - ابن جریر اور ابن
زید فرماتے ہیں کہ الصَّاحِبِ بِالْجَنبِ سے وہ شخص بھی مراد ہے جو تجھ سے محض مستفید ہونے کی امید پر تیرے ساتھ
رہے لہذا شاگرد اور استاد بھائی کو بھی لفظ شامل ہے جبکہ ابْنُ السَّبِيلِ سے مسافر کے علاوہ مہمان بھی مراد ہے۔
(مسند الاکثر - جلالین شریف، مدارک، منظری)۔
(مرتب)

حق ہمسائیگی، حق قرابت (رشتہ داری) اور حق اسلامی۔ ایک وہ ہمسایہ ہوتا ہے جس کے دو حق ہوتے ہیں۔ حق ہمسائیگی اور حق اسلامی اور ایک وہ ہمسایہ ہوتا ہے جس کا صرف ایک حق ہوتا ہے وہ اہل کتاب میں سے مشرک ہمسایہ ہے جس کو فقط حق جو احاصل ہے۔ حلیہ میں ابو نعیم نے اور حسن بن سفیان اور بزار نے اپنے اپنے مسند میں جابر سے روایت کیا۔

الْجَوَارِ وَحَقُّ الْقَرَابَةِ وَ
حَقُّ الْإِسْلَامِ وَجَارُهُ
حَقَانِ! حَقُّ الْجَوَارِ وَ
حَقُّ الْإِسْلَامِ وَجَارُ
لَهُ حَقٌّ وَاحِدٌ وَهُوَ
الْمُشْرِكُ مِنْ أَهْلِ
الْكِتَابِ - رواه ابو نعیم
فی الحلیہ و الحسن
بن سفیان و البزار فی
مسندیہما عن جابر -

ابن عدی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہت سارے ہمسائے اپنے پڑوسیوں کو بارگاہ رب ذوالجلال میں عرض کریں گے کہ اے میرے رب! اس سے دُراپو چھٹے تو کہ اُس نے مجھ پر اپنا دروازہ کیوں بند کیا تھا اور اپنا بچا ہوا کھانا مجھے کیوں نہ دیا تھا۔

كَمْ مِنْ جَارٍ يَتَعَلَّقُ
بِعَارِهِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ!
اسْئَلْ هَذَا لِمَ اغْلَقَ
عَنِّي بَابَهُ وَمَنَعَنِي
فَضْلَهُ رواه الاصفهانی
عن ابن عمر -

اور بخاری ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام مجھ کو ہمسایہ کے بارے میں ہمیشہ وصیت فرماتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو وارث بنا دیگا۔ اور مسلم حضرت ابی ذر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو گوشت پکائے تو شور بہ زیادہ بنا اور ہمسایوں کو بہمانی دے۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ!

صلی اللہ علیہ وسلم میرے دو ہمسائے ہیں۔ میں ان میں سے کس کو ہدیہ، تحفہ دیا کروں
فرمایا جس کا دروازہ زیادہ قریب ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُخْسِنِ

إِلَى جَارِهِ وَمَنْ كَانَ

يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ صَيفَهُ وَمَنْ

كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

فَلْيُقَلِّ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمِتْ

رواه البغوي وفي الصحيحين

عن ابی ہریرۃ نخوہ

جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر یقین

رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے ہمسائے

کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا کرے اور جو

شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن

پر یقین رکھتا ہے تو لازم ہے کہ اچھی

بات کہے ورنہ خاموش رہے

اسے لغوی نے روایت کیا اور صحیحین

میں ابی ہریرہ سے اس کے ہم معنی روایت کیا گیا۔

اے مخاطب اللہ تعالیٰ تجھے دارین میں سعادت اطوار بنائے۔ ذرا غور تو کر

کہ جب وہ ہمسایہ جو اپنے گھر کا دروازہ علیحدہ رکھتا ہے وہ اس قدر حق رکھتا ہے تو

ہم صحبت اور ہمسفر کے حقوق تو بطریق اولیٰ واجب ہوئے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم ہم صحبت و ہمسفر ہونے کی بنا پر اپنے صحابہ کرام کے بہت ہی مناقب و

فضائل بیان فرماتے ہیں اور ان کی محبت و تعظیم کیلئے بہت تاکید فرمائی ہے لیکن واجب

ہے کہ ہم دشمنی اور دوستی نیکوں کے ساتھ ہو کافروں اور فاسقوں کے ساتھ نہ ہو

اسلئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ

وَالشَّوْبِ كَحَامِلِ الْمَسْكِ

وَحَافِئِ الْكَبِيْرِ نَحَامِلُ

نیک اور بڑا دوست یا ہمسایہ عطر فروش

اور لوہار کی بھٹی میں پھونکنے والے کی

طرح ہے کیونکہ کستوری فروش یا تو

لے بے ہودہ اور بے فائدہ بات نہ کہے۔

تجھے خود ہی دے گا یا تو اُس سے خرید لے گا ورنہ کم از کم اُسکی پاکیزہ خوشبو تو ضرور تجھ تک پہنچے گی لیکن لوہار کی بھی میں بھونکنے والا دوست آیا تیرے کپڑے جلانے گا یا تو اُسکی بدبو تو ضرور پالے گا۔ متفق علیہ ابی موسیٰ سے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ تیرا گھر یا تیرے کپڑے جلانے کا ذمہ کم از کم اُسکی گندی بدبو تو ضرور تجھ تک پہنچے گی۔

الْمِسْكُ إِذَا انْ يُجْزِيكَ
وَأَمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ
وَأَمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحاً
طَيِّبَةً. وَنَافِخُ الْكَبِيرِ
إِذَا انْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ
وَأَمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحاً
خَبِيثَةً. متفق علیہ عن ابی موسیٰ
ذِی رِوَايَةٍ يُحْرِقُ بَيْتَكَ أَوْ
ثَوْبَكَ أَوْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحاً خَبِيثَةً

اور اسی طرح حاکم اور ابو داؤد نے حضرت انس سے اور وہ رسول اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ نیک ہمسایہ عطر فروش کی مانند ہے اگر تجھے عطر اور کستوری نہ بھی دے گا تو اُسکی خوشبو تجھ کو ضرور پہنچے گی۔

اور احمد، ابو داؤد، ترمذی اور حاکم ابی سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانِ کامل ایمان کے بغیر کسی سے ہم نشینی نہ کر اور تیرا طعام متقی اور پر سیرگاہی کھائیں۔

اور بغوی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنے دوست کے دین اور مذہب پر ہوتا ہے پھر دیکھ لے (یعنی پہلے تحقیق کر لے) کہ تیری دوستی کس کے ساتھ ہے۔

اسی طرح صحیحین میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

الإنسان جس کو دوست رکھتا ہے
آخرت میں بھی اُس کے ساتھ ہوگا۔

الْمَرْءُ مَعَ مَنْ
أَحَبَّ .

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

پر ہر ہنگام اور مستحق دوستوں کے ہوا
باقی تمام دوست بروزی قیامت
ایک دوسرے کے دشمن ہونگے۔

أَلَا خِذَاكَ يَوْمَ تَذِ
بَعْضَهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوًّا
إِلَّا الْمُتَّقِينَ (الزخرف - ۴۷)

نیز اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لوگ قیامت کے دن بڑوں کے ساتھ دوستی
رکھنے پر افسوس کریں گے اور کہیں گے۔

ہائے میں ہلاک ہو گیا کاش میں فلاں
شخص کو اپنا دوست نہ بناتا۔

يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ
فُلَانًا خَلِيلًا (الفرقان ۲۸)

مولانا نے روم رحمۃ اللہ علیہ القیوم فرماتے ہیں۔

یار بد بدتر بود از ما ربدے
یار بد بر جان و بر ایماں زندے
صحبت طالح ترا طالح کندے
صحبت نیکانت از نیکاں کندے

دور شو از اختلاط یار بد
ما ربد تنها ہمیں بر جان زند
صحبت صالح ترا صالح کند
نارخنداں باغ راختاں کند

صحیحین میں جناب ابی ہریرہ رضی سے ایک طویل حدیث مروی ہے جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کرنے والی جماعت کے حق میں ارشاد فرمائی کہ ”جب اللہ
تعالیٰ ان پر رحمت اور بخشش فرماتے ہیں تو ان کے ساتھ بیٹھنے والے تمام ساتھیوں
کو بھی بخش دیتے ہیں۔ پھر ایک فرشتہ عرض کرتا ہے کہ اس پروردگار عالم! ایک
ایسا گنہگار آدمی بھی ان میں بیٹھا ہے جو ان میں سے نہیں بلکہ اپنے کسی کام کیلئے آیا اور
ان میں بیٹھ گیا تھا۔“

اے بڑے دوست کے ساتھ میل جول، نشست و برخاست نہ رکھو کیونکہ بڑا دوست بدترین
سانپ سے بھی زیادہ بڑا دشمن ہے۔

اے بڑا سانپ تو فقط زندگی برباد کرتا ہے مگر بڑا دوست زندگی اور ایمان دونوں کو برباد کر دیتا ہے
اے نیکوں کی صحبت تجھے نیک بنا دے گی اور بڑوں کی صحبت تمہیں بھی بڑا کر دے گی۔
اے جس طرح کھلا ہوا انار پورے باغ کو پر رونق بنا دیتا ہے اسی طرح نیک لوگوں کی دوستی
و ہم نشینی تجھے بھی نیک بنا دے گی۔
(مرتب)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو بھی بخش دیا۔ کیونکہ یہ ایسی قوم ہے کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بدبخت نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بُرے ہمنشیں، بُرے ہمسایہ سے اللہ کی پناہ طلب فرمائی ہے۔

طبرانی نے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں یہ کلمات بھی فرمایا کرتے تھے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ
لِيَوْمِ السُّوْرِ وَمِنْ سَاعَةِ
السُّوْرِ وَمِنْ لَيْلَةِ السُّوْرِ
وَمِنْ صَاحِبِ السُّوْرِ وَمِنْ جَارِ السُّوْرِ
دَارِ الْمُقَامَةِ۔
اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا
ہوں بُرے دن سے اور بُرے وقت
سے اور بُری رات سے اور بُرے
دوست سے اور بُرے ہمسایہ
سے جو اقامتی گھر میں ہمسایہ ہو۔

یعنی اُس دن، اُس وقت، اُس رات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ جس دن جس وقت اور جس رات میں بُرائی واقع ہوتی ہو اور اُس دوست اور ہمسایہ سے جو بُرائی کے مصدر ہوں۔

بُرے ہمسایہ سے بچنے کیلئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین بچنے میں حق شفعہ واجب فرمایا۔

فائدہ: شفیع کو چاہیے کہ اگر مشتری نیک ہو تو شفعہ طلب نہ کرے اور اگر بُرا ہو تو اُس کے خریدنے پر راضی نہ رہے۔

قسم ششم

عام مومنین اور کمزوروں کے حقوق

حقوق العباد میں سے ایک قسم عامہ مومنین کے حقوق ہیں خصوصاً عاجز، یتیم، مسکین، بیمار اور بیوہ کے حقوق، سائل و منگتا، مسافر اور آنے والے مہمان کے حقوق (یہ تمام حقوق قسم ششم سے متعلق ہیں)۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

(نیکی کرنے والا وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنے رشتہ داروں یتیموں مسکینوں، مسافروں، سائل کرنے والوں کو اور غلام آزاد کرنے یا کرانے میں اپنا مال خرچ کیا۔

وَالَّذِي الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ
ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ
وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ
وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ
(البقرہ ۱۷۷)

نیز فرمایا :-

رشتہ داروں کے حقوق اور مسکینوں اور مسافروں کے حقوق ادا کر۔

وَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ
وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ
اللَّهُ تَعَالَىٰ فِي مَزِيدِ ارشاد فرمایا :-

یتیم پر عطف نہ کیجئے اور سائل کو جھڑک نہ دیجئے۔

فَإِنَّمَا الْيَتِيمَ فَلَا تَهْزُدُوهُ
إِنَّمَا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرُوهُ (الفصی)

سیدنا محبوب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں لوں اکٹھے ہوں گے اور اپنی دو مبارک انگلیوں کی طرف

أَنَا وَكَافِلِ الْيَتِيمِ فِي
الْجَنَّةِ هَكَذَا۔

رواہ احمد و البخاری

وَالْبُودَاؤُدُّ وَالتَّرْمِذِيُّ مِنْ سَهْلِ
اشارہ فرمایا۔ اے

بن سعید

جبکہ بخاری کی روایت میں لفظ "يَتِيم" کے بعد "لَهُ" و "لِغَيْرِهِ" بھی
مذکور ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ خواہ وہ یتیم اُس کا پوتا ہو یا اُس سے بھی نیچے ہو یا بھتیجا
ہو یا کسی اجنبی کا بیٹا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان
رکھتا ہے تو اُسے اپنے مہمان کی تکریم و تعظیم
کرنا چاہیے۔ ایک دن رات پر تکلف
مہمانی دے اور تین دن تک مہمانی
ہے اور اس کے بعد صدقہ ہے۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ

صَيْفَهُ جَائِزَتَهُ يَوْمَهُ
وَلَيْلَتَهُ وَصِيَا فِتْنَتَهُ ثَلَاثَةَ

أَيَّامٍ فَمَا بَعْدُ ذَلِكَ فَهُوَ
صَدَقَةٌ (متفق علیہ عن ابی شریح الکلبی)

بخاری و مسلم نے ابی شریح الکلبی سے روایت کیا

نیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

سوال کرنے والے کا حق ہوتا ہے اگرچہ
وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اے
البوداؤد نے جناب علی سے اور احمد نے
امام حسین سے روایت کی ہے۔

لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَإِنْ جَاءَ
عَلَى الْقَدَسِ (رواہ
البوداؤد عن علی وَاَحَدٍ
عَنْ حُسَيْنٍ)۔

اے حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا بیری ان دو انگلیوں کی
طرح جنت میں اکٹھے ہوں گے یعنی مجھ سے وہ دور نہیں ہوگا بلکہ میری غلامی میں میرے ساتھ
اسی رہے گا۔

اے مانگنے والا (سائل) اگرچہ عہدہ سواری پر سوار ہو کر مانگنے آتا ہے تو تم پر اُس کا حق ہے
کہ تم اسکو اپنی حیثیت کے مطابق دو
معلوم ہو کہ کسی کو اسکی ظاعری بہتر حالت دیکھ کر محروم نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ
یہ بھی تو بین ممکن ہے کہ اندرونی حالت اُسکی کمزور ہو جس کو تو نہیں جانتا۔

(مرتب)

”گھوڑے پر سوار ہو کر“ آنے کا مطلب یہ ہے کہ منگتا گھوڑے پر سوار ہو کر آیا ہو یا غنی و دولت مند ہی کیوں نہ ہو۔ حالانکہ غنی اور دولت مند کو سوال کرنا (مانگنا) حرام ہے سید العرب والعجم، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لِلْمُسْتَلِیِّ عَلَی الْمُسْتَلِیِّ سِتَّةٌ
بِالْمَعْرُوفِ یَسْتَدْعِیْهِ اِذَا
لِقَیْهِ وَ یُجِیْبُهُ اِذَا
دَعَا وَ یَشِیْتُكَ اِذَا
عَطَسَ وَ یَحُوْدُهُ اِذَا
مَرِضَ وَ یَتَّبِعُ جَنَازَتَهُ
اِذَا مَاتَ وَ یَحِیْبُ لَهٗ
مَا یَحِیْبُ لِنَفْسِهِ -

دستور کے مطابق مسلمان کے مسلمان
پر چھ حق ہیں (۱) جب ملاقات ہو تو
اُسکو سلام کرے (۲) جب وہ بلائے
تو اُسکی دعوت قبول کرے۔ (۳)
جب وہ چھینک دے تو اُسکی تشمیت
کرے (۴) جب وہ بیمار ہو تو اُس
کی بیمار پرسی کرے (۵) جب وہ
فوت ہو جائے تو اُسکے جنازہ کے
ساتھ جائے اور اُس کیلئے وہی
پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے
(احمد، ابو داؤد اور ترمذی نے
حضرت علی سے اور نسائی نے ابی ہریرہ
سے روایت کی)۔

رواہ احمد و الترمذی
و ابو داؤد عن علی
و النسائی عن
ابی ہریرہ (

مطالبِ حدیث

تشمیتِ عاٹس :- چھینک دینے والے کو دعائیہ کلمات میں جواب دینا۔
جب کوئی چھینک دینے کے بعد ”الحمد لله“ کہے
تو اُس کے جواب میں تو اُس سے یَرْحَمُكَ اللهُ کہہ پھر وہ تجھے یَهْدِيْكَ اللهُ
کہے۔ یہی مسنون عمل ”تشمیتِ عاٹس“ کہلاتا ہے۔
اجابتِ دعوت :- وَ یُجِیْبُهُ اِذَا دَعَا کے دو مفہوم لئے گئے ہیں۔

اور دونوں یہاں مراد ہیں۔

۱۔ دعوت قبول کی جائے رد نہ کرے۔

۲۔ جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو اپنی کسی حاجت یا ضرورت میں مدد کیلئے بلائے تو اُسکی یہ دعوت بھی مسترد کرے بلکہ اُسکی مدد کرے۔

اور اصہبانی بروایت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ جب تمہارا مسلم بھائی چھینک دینے کے بعد الحمد للہ کہے اور تم اپنے بھائی کو تشمیت "يَرْحَمُكَ اللَّهُ" نہ کہو تو وہ بروز قیامت (تم سے اپنے اس حق کا) مطالبہ کرے گا۔ اسی طرح ابو نعیم نے سعد بن جبیر سے روایت کیا۔ اور امام مسلم ابو موسیٰ

سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی چھینک آنے کے بعد الحمد للہ کہے تو اُس کو (جواب میں) يَرْحَمُكَ اللَّهُ بھی کہہ دیں اور اگر وہ نہ کہے تو نہ کہیں۔

صحیحین میں ابی سعید خدری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "راستے پر بیٹھنے سے پرہیز کیا کرو" صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستوں پر بیٹھنے کے علاوہ ہمیں کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔ فرمایا، پھر اُس کا حق ادا کرو۔ عرض کیا اُس کا حق کیا ہے؟ فرمایا، حرام سے آنکھیں بند رکھنا، کسی کو تکلیف نہ دینا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا۔

ابو داؤد نے حضرت عمرؓ سے یہی حدیث روایت کرتے ہوئے ان کلمات کا اضافہ کیا کہ مظلوم کی فریاد رسی کرو اور راستہ بھولے ہوئے کو راستہ دکھاؤ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

۱۔ یعنی چھینکنے کے بعد اگر کوئی تمہید نہ کہے تو تم بھی تشمیت نہ کرو۔
 ۲۔ یعنی راستوں پر بیٹھنا، ہمارے لئے ناجزیر ہے۔ (رتب)

وَإِذَا حَيَّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ
فَحَيُّوا بِأَحْسَنِ مِنْهَا
أَوْ رُدُّوهَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى
كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا (النساء - ۸۶)

جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس
سے بہتر جواب دو۔ یا کم از کم
وہی الفاظ دہرا دو۔ بیشک اللہ تعالیٰ
ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

یعنی السلام علیکم کے جواب میں وَعَلَيْكُمْ السَّلَام یا اسکے ساتھ وَرَحْمَةُ اللَّهِ
یا وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ بڑھا کر جواب دو۔

مسلم نے ابی ہریرہ رضی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ تم بہشت میں داخل نہ ہو سکو گے جب تک ایمان نہ لاؤ اور ایمان کا ریل
نہ ہوگا جب تک آپس میں دوستی نہ کرو گے۔ پھر فرمایا کہ میں تم کو ایسی چیز کی خبر
دیتا ہوں جس کے باعث تم آپس میں دوست بن جاؤ گے۔ (فرمایا)

أَفْتَشُوا السَّلَامَ عَلَيْكُمْ
۴ السلام علیکم عام کرو، ہر سو پھیلا دو
یعنی ایک دوسرے کو کثرت کے ساتھ اور بہت زیادہ سلام کیا کرو۔

بیہقی ابن مسعود سے، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے
ہیں کہ جس نے سلام کہنے میں پہل کی وہ تکبر سے پاک ہو جائے گا۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اسلامی اعمال میں سے کون
سا عمل زیادہ بہتر و افضل ہے؟ فرمایا! ہر واقف و ناواقف کو طعام اور سلام
کہنا۔

آیت کریمہ إِذَا حَيَّيْتُمْ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ اگرچہ سلام کرنے کے بارے میں وارد ہوئی

لے بطریق احسن سلام کرنے کی صورت یہ ہے کہ ایک کہے گا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ دوسرا
اس کے جواب میں ایک دو دعائیہ کلمات مسنونہ کا اضافہ کر کے کہے گا۔
وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ وَمَغْفِرَتُهُ
مسلمان کے جواب میں دعائیہ کلمات بڑھائے۔ اگر غیر مسلم ہو تو اسی کے الفاظ دہرائے یا صرف
وَعَلَيْكُمْ کہہ کر اسے جواب دے زیادہ نہ بڑھائے۔ (قدیم)

لیکن لفظ دلالت کرتی ہے، ہر قسم کے حسن سلوک پر جو ایک مسلمان دوسرے کے ساتھ کرتا ہے (یا اُسے کرنا چاہیے) مثلاً تحائف کا تبادلہ، ایک دوسرے کا ذکر اچھائیوں کے ساتھ کرنا یا ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا پھر تو اضعافاً کھڑا ہو جانا یا مصافحہ یا معالفتہ وغیرہ کرنا جو اظہارِ محبت کی دلیل ہو تو دوسرے کو بھی چاہیے کہ اسکے بدلہ میں اس سے بہتر سلوک کرے ورنہ کم از کم اُس جیسا معاملہ تو ضرور کرے اور ان شاء اللہ علیٰ کل شیءٍ حَسْبَبًا اسی امر پر دلالت کر رہا ہے۔

احمد اور ترمذی ابی امامہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کابل تحفہ تمہارا مصافحہ کرنا ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس میں مصافحہ کرو تاکہ کینہ ختم ہو اور ایک دوسرے کو تحفے دیا کرو تاکہ باہمی محبت زیادہ ہو اور کینہ دور ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ اگر دو مسلمان باہم مصافحہ کریں تو کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ تمام گناہ (مصافحہ کرنے والوں کے) مٹ جاتے ہیں۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب ابوذر کو اپنی بغل مبارک میں لیکر فرمایا کہ یہ کام بہت ہی بہتر ہے اسکو ابو داؤد نے روایت کیا۔

یعنی بروز قیامت اللہ تعالیٰ مذکورہ امور کا بھی حساب لے گا کہ دنیا میں ہم لوگ کس انداز و ادائیں سلام دعا اور کن طریقوں کے ساتھ باہم ملاقات و معاملات کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ سلام دعا کے انداز کی بھی باز پرس ہوگی۔

لمحور فکر یہ ہے ان لوگوں کیلئے جو سلام دعا کا اسلامی طریقہ چھوڑ کر دوسری تہذیبوں کے طریقے اپناتے اور ان پر فخر کرتے ہیں۔ جدت پسند اور مادیت زدہ مسلم طبقہ ملاقات اور سلام دعا کا نبوی انداز چھوڑ کر نئے نئے الفاظ نئے نئے جملے ایجاد کر کے اسلامی تہذیب کی برکتوں سے محروم ہوتا جا رہا ہے۔ جیسے ملاقات کے وقت السلام علیکم کی بجائے صرف خوش آمدید مرحبا وغیرہ۔ الوداع کے وقت السلام علیکم کی جگہ صرف خدا حافظ اللہ نگہبان وغیرہ اچھے جملے ہیں۔ دعائیہ کلمات ہیں مگر السلام علیکم کے بعد ہونے چاہئیں۔

لیکن جب السلام علیکم وعلیکم السلام میں ان کلمات کا مفہوم جب موجود ہے تو پھر سلام کا سنون طریقہ آخر کیوں ترک کیا جا رہا ہے۔ بروز قیامت ان امور کا حساب دینا ہوگا۔

(المرتب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

کسی کیلئے حلال نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ وقت تک اپنے مسلم بھائی سے ملنا چھوڑ دے۔ پھر یہ ادھر منہ موڑ لے اور وہ ادھر لے اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں سبقت کرے گا۔

لَا يَحِلُّ لِمَنْ جَلَّ أَنْ يَسْتَهْجِرَ
أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ يَلْتَقِيَانِ
فَيَعْرِضُ هَذَا وَيَعْرِضُ
هَذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِي
يَبْدَعُ بِالسَّلَامِ مَتَّفِقٌ عَلَيْهِ
عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ (

مطالبِ حدیث

وَيَعْرِضُ هَذَا وَيَعْرِضُ هَذَا - اگر دونوں میں کہیں ملاقات ہو جائے تو ایک دوسرے سے منہ پھیر لیں ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ کسی بھائی کو ترک کرے۔ پھر جس وقت ایک نے دوسرے سے ملاقات کی اور تین بار سلام کہا، دوسرے نے جواب نہ دیا تو اس نے دونوں کا گناہ اپنے سر لے لیا۔ (رواہ ابو داؤد عن عائشہ)۔

احمد اور ابو داؤد نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”مسلمان کیلئے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے بولنا تین روز سے زیادہ ترک کرے۔“

اگر تین دن سے زیادہ ترک کیا اور مر گیا تو وہ (سیدھا) دوزخ میں داخل ہوگا۔ ابو داؤد نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دوسری حدیث مذکورہ مضمون کے بعد یہ بھی روایت کیا ہے کہ جب تین روز گزر جائیں تو ان کو ایک دوسرے

لے یعنی ایک دوسرے کو دیکھنا تک گوارا نہ کریں۔

کے ساتھ ملاقات کرنا اور سلام کا تبادلہ کرنا چاہیے۔ اگر اُس نے جواب دیا تو دونوں ثواب میں داخل ہوں گے۔ اور اگر جواب نہ دیا تو گناہ دوسرے پر باقی رہا اور وہ گناہ کو یک طرفہ چھوڑ کر اُس سے باہر آ گیا۔

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ
أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا
تَجَسَّسُوا وَلَا تَحَاسَدُوا
وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا
وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ
إِخْوَانًا -
وَفِي رَوَايَةٍ وَلَا تَنَافَسُوا
(عن ابی ہدییرہ)

بدگمانی سے بچو! کیونکہ بدگمانی بہت
ہی جھوٹی بات ہے اور ایک دوسرے
کی جاسوسی مت کرو اور باہم حسد
نہ کرو اور آپس میں بغض نہ رکھو
اور ایک دوسرے سے روگردانی اور
اعراض نہ کرو بلکہ تم اللہ کے بندے
بن کر آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔
ایک روایت میں وَلَا تَنَافَسُوا بھی ہے۔

شرح حدیث

إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ
بدگمانی سے بچو یعنی اگر کوئی شخص کسی کے عیب کہے تو نہ سنا۔
وَلَا تَجَسَّسُوا جاسوسی مت کرو یعنی لوگوں کے عیب معلوم کرنے
میں کوشش نہ کرو۔

وَلَا تَحَاسَدُوا ایک دوسرے پر حسد نہ کرو یعنی کسی کی خوشحالی و
بہتری دیکھ کر مت جلو اور تمہاری خوشیاں ختم نہ ہونے
لگیں۔

۱۔ جواب نہ دینے پر یعنی جو سلام کا جواب نہ دیکر مقاطعہ و متارکہ برقرار رکھ رہا ہے

وَلَا تَبَاغَضُوا ، ایک دوسرے سے بغض اور دشمنی نہ رکھو۔
 وَلَا تَدَابَرُوا ، ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو یعنی ایک دوسرے کی طرف
 پیٹھ پھیر کر حقیر جان کر منہ نہ موڑ لو۔

وَلَا تَنَافَسُوا ؛ یعنی اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو شامل کئے بغیر ہر عمدہ
 اور پسندیدہ چیزوں کو اپنے طرف سمیٹنے والے نہ بنو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت کے دروازے سوموار اور
 خمیس کو کھول دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بخش دیتا ہے سوائے ان دو
 آدمیوں کے جو آپس میں دشمنی رکھے ہوئے ہوں۔ اور فرماتا ہے ان کو مہلت دو تا کہ
 یہ آپس میں صلح کر لیں۔ مسلم نے اسکو ابی ظہریرہؓ سے روایت کیا۔

یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن
 ایک مرد دوسرے آدمی کو پکڑ لے گا۔ وہ کہے گا تجھے مجھ سے کیا کام ہے؟ وہ کہے گا
 تو نے مجھے برائی کرتے دیکھا تھا۔

یعنی برائی سے منع کرنا فرض ہے مگر اس صورت میں کہ یقین ہو کہ وہ بالکل
 نہیں رُکے گا۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

لَا يَرْحَمُ اللَّهُ مَنْ
 لَمْ يَرْحَمِ النَّاسَ
 متفق علیہ عن جرید
 بن عبد اللہ۔

اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا جو
 لوگوں پر رحم نہ کرتا ہو۔ بخاری و
 مسلم نے جریر بن عبد اللہ سے روایت
 کی ہے۔

اے یعنی میں برائی کر رہا تھا اور تو نے دیکھ کر مجھے روکا نہیں تھا (اصلے میں نے تجھے پکڑ رکھا ہے) قیدم
 نے جب یقین ہو کہ میرے روکنے اور منع کرنے سے برائی کرنے والا بالکل نہیں رُکے گا تو اب اسے
 منع کرنا فرض تو نہیں ہے البتہ افضل بلکہ سنت یہ ہے کہ بدستور منع کرتا رہے۔ برائی سے
 نہ رکنے کے یقین پر صرف فرضیت ختم ہوئی ہے جبکہ عمل باقی ہے (المرتب)

مزید ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :-

الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ
الرَّحْمَنُ ارْحَمُوا مَنْ
فِي الْأَرْضِ يَرْحَمَكُم مِّنْ
فِي السَّمَاءِ - رواه البوداؤد
والترمذی عن عبد اللہ بن عمر

رحم کرنے والوں پر رحمن بھی رحم
فرماتا ہے پس تم زمین والوں پر رحم
کرو تم پر آسمان والا رحم فرمائے گا۔
البوداؤد اور ترمذی نے عبد اللہ بن
عمر سے روایت کیا ہے۔

مَنْ فِي السَّمَاءِ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے جس کا حکم آسمانوں میں
بھی جاری ہے اور آسمان کے وہ فرشتے مراد ہیں جو ان کیلئے دعائے رحمت مانگتے
رہتے ہیں کہ یہ بھی مَنْ فِي السَّمَاءِ میں داخل ہیں۔

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا
وَلَمْ يَعْرِفْ كَبِيرَنَا
فَلَيْسَ مِنَّا - رواه البخاری
فِي الْأَدَبِ الْمَفْرُودِ وَالْبُودَاؤدِ
عن ابن عمر -

جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے
اور ہمارے بڑوں (کا حق) نہ پہچانے
وہ ہم میں سے نہیں۔ بخاری نے
ادب المفرد میں اور البوداؤد نے
ابن عمر سے روایت کیا ہے۔

نبی اکرم رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں میں صلح

کرائے، اچھی بات کہے، درست اور نیک پیغام پہنچائے وہ جھوٹا نہیں ہے۔ یہ
حدیث بخاری و مسلم نے ام کلثوم بنت عقبہ سے روایت کی۔

احمد اور ترمذی اسما بنت زید سے روایت کرتے ہیں کہ محبوب

کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ بولنا فقط تین مقامات پر جائز ہے۔
۱۔ بیوی کے سامنے اُسے راضی کرنے کیلئے۔

۲۔ کفار کے ساتھ جنگ میں مگر ایسا جھوٹ ہو کہ دھوکہ نہ بنے۔

۳۔ لوگوں کے درمیان مصالحت کرانے کیلئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ
 اَلَا تَخْبِرُكُمْ بِاَفْضَلِ مِنْ
 دَرَجَةِ الصِّيَا ۝
 وَ الصَّدَقَةِ وَ الصَّلٰوةِ
 کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتا دوں جو
 مرتبہ میں روزوں، صدقات اور
 نمازوں سے بھی افضل ہے بلکہ
 صحابہ نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ ضرور ارشاد فرمائیے تو آپ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

اَلَا صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ
 وَ فَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :-

دَتَّ اِلَيْكُمْ دَائِرًا اَلَا تَمِيْمٌ
 قَبْلَكُمْ اَلْحَسَدُ وَ اَلْبَغْضَاءُ
 هِيَ الْحَالِقَةُ لَا اَقُوْلُ يَحْلِقُ
 الشَّعْرَ لٰكِنْ يَحْلِقُ الدِّيْنَ
 رواہ احمد و الترمذی عن زبیر

تمہاری طرف وہ بیماری آگئی جو تم سے
 پہلی امتوں میں تھی وہ حسد اور بغض
 ہے یہی حالقہ ہے (کاٹنے والی) میں
 نہیں کہتا کہ یہ بال کاٹنے والی ہے
 بلکہ (یہ بیماری) دین کو کاٹتی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد سے پرہیز کرو۔ بے شک حسد
 نیکیوں کو کھا جاتا ہے جیسا کہ آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ یہ حدیث ابو داؤد نے
 ابی ہریرہؓ سے روایت کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-
 اِيَّاكُمْ وَ سُوءَ ذَاتِ الْبَيْنِ
 فَانْتَهَا الْحَالِقَةُ
 لوگوں کے درمیان فساد کرانے
 سے بچو۔ یہی وہ صفت ہے جو دین

لے یہاں افضلیت سے مراد "اولیت" ہے یعنی ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے یا صدقہ
 دینے میں مصروف ہے یا روزہ رکھ رہا ہے دوسری جانب دو مسلمان باہم لڑ رہے ہیں
 تو یہ اپنی نماز صدقہ، روزہ چھوڑ کر ان کی مصالحت کرانے (پہلے صلح کرانے)۔ (المرتب)۔

رواہ الترمذی عن ابی ہریرہ

کو کاٹ دیتی ہے۔

ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَنْ ضَاوَّ ضَاوًّا لِلَّهِ وَمَنْ
شَاوَّ شَاوًّا عَلَيْهِ
(رواہ ۱۵۱ بن ماجہ و الترمذی

جس نے کسی کو نقصان پہنچایا اُس کو
اللہ تعالیٰ بھی نقصان پہنچائے گا اور
جو دوسروں کو مشقت میں ڈالتا ہے۔ اللہ

عن ابی صبرمہ)

تعالیٰ اُسکو بھی مشقت میں ڈال دیتا ہے

اور ترمذی نے ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملعون ہے وہ شخص جو مسلمانوں کو نقصان پہنچائے یا ان کے ساتھ
مکر و فریب اور دھوکہ کرے۔

ابی داؤد نے سعید بن زید سے روایت کی کہ سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کی عزت و آبرو میں ناحق زبان درازی کرنا ریبا ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :-

جس نے اپنے بھائی سے معافی مانگی
اور اُس نے اُس کا عذر اور معافی
قبول نہ کیا تو اُس پر راستہ روکنے
والے کے برابر گناہ ہوگا۔

مَنْ اعْتَذَرَ إِلَىٰ أَخِيهِ فَلَمْ
يَعْذِرْ وَلَمْ يَقْبَلْ
عُذْرَهُ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ
خَطِيئَةِ صَاحِبِ مَكْسٍ -

یہ حدیث بیہقی نے جابر سے روایت کی

رواہ البیہقی عن جابر

یعنی جب ایک آدمی اپنے قصور کا اقراری اور معترف ہو کر دوسرے بھائی

سے معذرت کرتا ہے اور دوسرا بھائی اُسکی معذرت قبول نہیں کرتا تو اُس کا گناہ
اُس دوسرے پر ہوگا صاحبِ مکس کے گناہ کے برابر۔

اے جو شخص راستہ پر بیٹھ کر مسافروں اور تاجروں سے حق شرعی کے بغیر ان کے مال سے زبردستی
ٹیکس وصول کرے اُسے صاحبِ مکس کہا جاتا ہے۔ (فتیم)

اے عزیز! خوب جان لے۔ اللہ تعالیٰ تجھے نیک بنائے! کہ اخوة اسلامی (اسلامی برادری) کا حق تمام حقوق سے زیادہ ہے کیونکہ نسبی قرابت میں ماں باپ واسطہ ہیں جبکہ اسلامی قرابت میں اور اسلامی برادری میں خود اللہ جل شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واسطہ ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کے روحانی باپ ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ
مِنَٰنَفْسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ
أُمَّهَاتُهُمْ -
(الاحزاب : ۶)

نبی! مسلمانوں میں ان کی اپنی ذات سے بھی زیادہ تصرف کرنے کے مالک ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

اور حضرت ابی بن کعب کی قرأت میں یہ جملہ ہے "وَهُوَ ابٌّ لَّهُمْ" اور آپ انکے باپ ہیں

اے یہاں اس آیت کریمہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی "ابوت روحانی" پر استدلال کیا جا رہا ہے۔ طرز استدلال دو طرح سے ہیں "عقلی" و "نقلی"۔
وضاحت سے قبل شان نزول بھی تو صریح مفہوم کیلئے بہت مفید ثابت ہوگا۔
شان نزول :- کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعون الی الجہاد فبقول نذیب فنسأذن من ابا ثناء و امہاتنا فنزلت "النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنَ الْفَنسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ... الخ مطہری
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو جہاد پر جانے کا فرماتے ہو گئے، ہم تو پہلے گھر جائیں گے۔ ماں باپ سے اجازت لیں گے۔ (انہوں نے اجازت دی تو ہم آپ کے ہمراہ جنگ پر جائیں گے ورنہ نہیں تو گویا انہوں نے نبی علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کو اپنے ماں باپ کی اجازت پر موقوف سمجھ رکھا تھا) تو یہ آیت نازل ہوئی کہ نبی مومنین کی اپنی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں اور ازواج پاک اہل ایمان کی مائیں ہیں۔

طرز استدلال (عقلی) :- "ذکر الالزام و ارادة الملزوم" کے باب سے ہے کہ ابوت کو حق دلالت لازم ہے۔ دلالت ذکر کر کے اس کا ملزوم "ابوة" مراد لیا گیا ہے۔
آیت محمولہ بالا میں نبی آخر الزماں کیلئے نہ صرف دلالت بلکہ اولویت ثابت کی گئی ہے کیونکہ اولویت میں دلالت کا مفہوم بدستور موجود ہے۔ اولویت میں اشتمالاً مذکور دلالت کے ساتھ علی سبیل تنزیل سید عالم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی "ابوت روحانی" کا بیان صریح ہے۔

(بقیہ حاشیہ ص ۷ سے) جبکہ مِنْ النَّفْسِہِم میں مذکورہ حق ولایت رکھنے والوں کے مقابل میں اولویت کے ذکر سے علی سبیل ترقی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہمیت پر عیناً عیب ہے کہ اہل ایمان و یقین کی جان میں، مال میں، اولاد و اعفاد میں، آباد و اجداد میں اولیت کرنے کے سب سے زیادہ حقدار آپ ہیں اور ان کے احکام و اعمال میں، اسلام اور ایمان میں تصدق کرنے کے واحد حقدار اور واحد مختار صرف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

یہ اسلوب بیان اس لئے اپنایا گیا تاکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولیٰ روحانی پر بطریق اولیٰ نص بھی ہو جائے اور مَا كَانَ مَحْمُودًا اَبًا اَحَدٍ سے متعارض بھی ہو مزید یہ کہ جن لوگوں نے "خروج الی الجہاد" والے حکیم رسول کی تعمیل کو اپنے مال و جان کی اجازت پر موقوف سمجھ رکھا تھا ان کی فہم نارسا کی تغلیط ہو جائے کہ تمہاری جان و مال میں صرف کرنے کا حق تمہارے ماں باپ سے کہیں بڑھ کر میرے پیارے نبی کو حاصل ہے۔ ان کے حکم کے مقابلے میں کسی کے ماں باپ کے حکم کی کوئی حیثیت نہیں۔

استدلال ۲ (منقولی) :- اختلاف قرأت میں نبی علیہ السلام کی اولیٰ روحانی صراحتاً مذکور ہے حضرت ابن ابی کعب یوں پڑھتے ہیں "النَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهُ اُمَّهَاتُهُمْ وَ فِصْوَاتٌ لِّسَلْمٍ (مظہر ص ۲۸۶ ج ۱) حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت :- النَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ فِصْوَاتٌ لِّسَلْمٍ (الروح المعانی ج ۱ ص ۱۵۲، کشاف ج ۳ ص ۵۲۳، مدارك ج ۳ ص ۲۳۵)۔

۳) حضرت مجاہد کی تفسیر :- قَالَ الْمَجَاهِدُ هَلَّةٌ نَبِيٌّ فَفِصْوَاتُ اُمَّتِهِ وَ لِذٰلِكَ صَارَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةً لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبُوهُمْ فِي الدِّيْنِ (مدارك ج ۳ ص ۲۳۶)۔

۴) حضرت شیخ الاکبر کی تفسیر :- قَالَ مَعِيَ الدِّيْنِ ابْنِ عَرَبِيٍّ فَفِصْوَاتُ الْاَبِ الْحَقِيْقِيِّ لِهَمَّ (تفسیر ابن العربی جلد ثانی ص ۲۸۳)۔

سوال :- اگر یہ جملہ "وَ فِصْوَاتٌ لِّسَلْمٍ" قرآن کا ہی حصہ ہے تو اسے شامل قرأت معروفہ کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب :- صحابی سے مروی کسی بھی جملہ کی "قرآنیّت" کے ثبوت کیلئے قواتر کا ہونا شرط ہے اور قواتر یہاں نہیں پایا جا رہا۔ نیز یہ کہ مفسر الختلادہ دونوں احکام کے باب سے بھی ہے

چنانچہ علامہ محمود اوسسی بند اوسی فرماتے ہیں: عن عكرمة انه قال: كان في العرف الاوّل (النبي اولى بالمؤمنين من انفسهم وهو ابوهم) روح المعاني ج ۱ ص ۱۵۲ یعنی حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ ابتدائی قرأت میں وَ فِصْوَاتٌ لِّسَلْمٍ کا جملہ پڑھا جاتا تھا۔

(مرتب)

(لیکن اب تلاوت نہیں حکم باقی ہے)۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :-

إِنَّمَا السُّومِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا
بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ (الحجرات، ۱۰)

تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی
ہیں پھر اپنے بھائیوں میں صلح کرو۔
اخوتِ اسلامی کی بنا پر مسلمانوں کیلئے فرشتے بھی بخشش و مغفرت
مانگتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ
وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ
بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ
لِمَنْ فِي الْأَرْضِ (السومن: ۷)

عرش اٹھانے والے اور اس کے
گرداگرد رہنے والے اپنے پروردگار
کی تسبیح بالحمد کرتے ہیں اور (ایماندار)
اہل زمین کیلئے استغفار کرتے ہیں

دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا :-

الْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ
رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ
فِي الْأَرْضِ (الشوریٰ: ۵)

فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ
تسبیح بیان کرتے ہیں اور زمین
والوں کیلئے بخشش طلب کرتے ہیں

سوال :- اگر اسلامی اخوة کا حق اخوة نسبی (قربت نسبی) اور باقی دوسرے
حقوق سے اہمیت میں واقعی زیادہ و بالاتر ہے تو تم نے اخوة
نسبی کو پہلے کیوں بیان کیا۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

وَأُولُوا الْأَرْحَامِ لَبَعْضُهُمْ
أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ
مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ

قریبی رشتہ دار ایک دوسرے کے
زیادہ حقدار ہیں کتاب اللہ کی رو سے
عام مومنین اور مہاجرین سے۔

(یہ آیت بھی قربت نسبی کی اولویت واضح طور پر بتا رہی ہے) یہی وجہ
ہے کہ میراث قربت نسبی میں ہے نہ کہ قربت اسلامی میں۔ نیز یہ کہ رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک سے بھی قربت نسبی کی اولویت ثابت ہوتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

الْقَدَقَةُ عَلَى الْمَسْكِينِ
صَدَقَةٌ وَهِيَ عَلَى ذِي الرَّحْمِ
ثِنْتَانِ : صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ

رواہ احمد و الترمذی

والنسائی و ابن ماجہ

عن سلمان بن عامر

مسکین محض پر صدقہ کرنا ایک صدقہ
ہے جبکہ اگر وہی صدقہ اپنے رشتہ دار
مسکین پر کیا جائے تو دوسرا ثواب
صدقہ کا ثواب اور دوسرا صلہ رحمی

کا (احمد ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ
نے سلمان بن عامر سے یہ حدیث روایت کی

جواب :-

قربتِ نسبی اور اس کے علاوہ جو قرابتیں اوپر ہوئیں ان سب
میں اسلام شرط ہے اور ہر جگہ اسلام ہی معتبر ہے۔ معنی آیت کا یہ ہوا کہ جو
مسلمان رشتہ دار ہیں وہ وراثت میں مقدم اور اولیٰ ہیں۔ ان دوسرے مومنین
و مہاجرین سے جو اس کے رشتہ دار نہیں ہیں۔

اور مراد حدیث یہ ہے کہ صدقہ مسلمان مسکین اجنبی پر ایک ثواب رکھتا
ہے اور رشتہ دار مسکین مسلمان پر دو ثواب رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر
کسی کے رشتہ دار کافر ہوں (معاذ اللہ) تو ان کو میراث نہیں ملتی بلکہ عام مومنین میں تقسیم
ہوگی۔ بیت المال جو عام مسلمانوں کا خزانہ ہے اس میں جمع کروا کر پھر مسلمانوں میں تقسیم ہوگی۔
اگر باپ بھی کافر ہو (حذا نخو استہ) تو اس کا خرچ اگرچہ بیٹے پر
واجب و لازم ہے مگر اس سے دوستی و محبت نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ اس سے
بیزاری کر لینی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

نبی کیلئے اور ایمان والوں کیلئے
درست نہیں کہ وہ مشرکین کے
کے حق میں استغفار کریں اگرچہ

مَا كَانَ لِتَيْبٍ وَالتَّيْبِ
أَمْنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا
لِلْمُشْرِكِينَ وَ لَوْ كَانُوا

وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جبکہ یہ ان پر واضح ہو چکا کہ یہ لوگ دوزخی ہیں اور ابراہیم کا استغفار اپنے باپ کیلئے وہ تو فقط ایک وعدہ کی وجہ سے تھا جو وعدہ اُس نے آپ کے ساتھ کر رکھا تھا پھر جب ظاہر ہو گئی آپ پر یہ بات کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو آپ اُس سے بیزار ہو گئے۔

أَدْبَىٰ شَرِّبِي مِنْ بَعْدِ مَا
تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ
أَصْحَابُ الْجَحِيمِ
وَمَا كَانَتْ اسْتِغْفَارُ
إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا
عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا
إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ
أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّ مِنْهُ
(التوبہ : ۱۱۳، ۱۱۴)

لے "وَعَدَهَا إِيَّاهُ" کے متعلق حقیقین و مفسرین کے دو قول ہیں جیسا کہ منظر ہی و مدارک و دیگر تفاسیر متداولہ میں مذکور ہیں۔ یہ کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے وعدہ فرما رکھا تھا کہ :
لَا سَتَغْفِرُنَّ لَكَ " میں تمہارے لئے ضرور استغفار کروں گا۔ اس امید پر کہ شاید تجھے ہدایت نصیب ہو۔ دوسرا یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے وعدہ کیا اسلام لانے کا۔ تو جواباً سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اُس کیلئے استغفار کیا۔ قاضی صاحب نے اسی دوسرے قول کے مطابق یہاں تفسیر کی ہے۔

بر تقدیر اول معنی یہ ہوئے کہ میں اللہ تعالیٰ سے تیرے لئے اسلام ضرور مانگوں گا۔ یہی وعدہ آپ نے پورا کیا۔ پھر جب وحی کے ذریعے معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو فوراً اُس سے بیزار ہو گئے۔ بر تقدیر ثانی معنی یہ ہوا کہ باپ نے وعدہ کر رکھا تھا کہ میں اسلام لے آؤں گا اور ابراہیم علیہ السلام نے بھی وعدہ فرمایا کہ اگر تو اسلام کی طرف مائل ہے تو میں تیرے لئے استغفار کرتا رہوں گا تو سیدنا ابراہیم اُس کیلئے دعائے استغفار کرتے رہے تاکہ وہ جلد اسلام لے آئے۔
پھر جب وحی کے ذریعے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو وہ اس سے فوراً بیزار ہو گئے اور استغفار کرنا بھی بند کر دیا۔ ابراہیم علیہ السلام کے اسی عمل کو وعدہ سے تعبیر کیا گیا۔ (منظر ہی ص ۱۰۰ مدارک التنزیل ص ۱۰۰ بتغییر لیسیر)

باقی رہا یہ مسئلہ کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام کیا ہے؟ تو اس بارے میں علامہ اہلسنت کی تحقیق یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد حقیقی کا نام تارح یا تارخ تھا وہ بچے سلمان اور موجد تھے یہ آیات ان کے متعلق نہیں ہیں جسکا ذکر ان آیات میں کیا جا رہا ہے وہ ابراہیم علیہ السلام کے قرابت نسبی میں بیچا تھا نام آذر تھا۔ یہ بت پرست اور بت تراش تھا اور اللہ کا دشمن تھا۔ عربی میں بیچا کو بھی اب کہا جاتا ہے جیسا کہ سورۃ البقرہ میں سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کا ... جاری آئندہ صفحہ

تشریح :- وَعَدَهَا آيَاتُهُ : ابراہیم کے باپ نے ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ کر رکھا تھا کہ میں اسلام لے آؤں گا۔ (تو اسکی اس بات پر اعتبار کرتے ہوئے اُس کیلئے استغفار کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسکی دشمنی واضح ہو گئی تو آپ نے اُس کیلئے استغفار کرنا بھی بند کر دیا۔

فائدہ :- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-
 كُلُّ نَسَبٍ وَصِهْرٍ يَنْقَطِعُ
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا نَسَبِي
 وَصِهْرِي - (رواہ ابن عساکر
 عن ابن عمر) -
 تمام نسبی قرابتیں اور سسرالوی
 رشتہ داریاں قیامت کے دن منقطع
 ہو جائیں گی سوائے میری قرابت نسبی
 اور سسرالی قرابت کے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد یہ نہیں کہ تمام مومنین کی قرابت ختم ہو جائیگی
 سوائے میری قرابت کے بلکہ مراد یہ ہے کہ تمام مسلمان میری اولاد ہیں۔ لہذا مومنین کا صہرہ
 ختم نہیں ہوگا۔

اس تفسیر پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین کے حق میں فرماتے ہیں۔
 وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ
 ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ
 أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ
 وَمَا أَلْتَنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ
 مِنْ شَيْءٍ --- الْآيَةُ
 (الطور : ۲۱)

جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد
 نے بھی ایمان کے ساتھ انہیں کی
 پیروی کی تو ہم ان کی اولاد کو بھی
 ان کے ساتھ ملا دیں گے (مرتبہ میں)
 اور ذرّہ بھر بھی کمی نہیں کریں گے
 ان کے اعمال کی جزا میں سے

(بقیہ حاشیہ از ص ۸۰) کا آب فرمایا گیا حالانکہ سیدنا یعقوب علیہ السلام سیدنا اسماعیل علیہ السلام
 کے بھائی سیدنا اسحاق علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ مزید بحث کتب لغات میں مفصل مذکور ہے۔ وہاں
 ملاحظہ کریں۔ (روح المعانی - منطہری وغیرہ ملخصاً ترجمان القرآن، ضیاء القرآن) (مرتبہ)
 لے کیونکہ اہل ایمان کے یہ دونوں روحانی رشتے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہی قائم ہیں۔ (مرتبہ)
 اس آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب اور مقبول بندوں کا ایمان جس قدر عظیم الشان اور رفیع المرتبت ہوتا ہے اُس کے انوار و برکات بھی اسی قدر زیادہ اور لامحدود ہوتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص لطف و کرم سے ان کی مومن اولاد کو بھی بروز قیامت اُس کے فوائد و نعمات، انوار و برکات سے یوں سرفراز فرمائے گا کہ انہیں جنت میں وہی مقام رفیع عطا ہوگا جن میں ان کے باپ دادا سے قیام و راحت پذیر ہوں گے اگرچہ ان کی یہ اولاد اس مقام رفیع کی اہلیت نہ بھی رکھتی ہو۔

مگر یہ لطفِ عظیم اور فضلِ حسیم ان پر محض اسلئے ہوگا تاکہ ان کے اباؤ اجداد اپنی مومن اولاد کو اپنے ہی مرتبہ میں اکٹھے پا کر اپنی آنکھیں کھنڈی کریں۔ راحت و سرور مزید حاصل کریں۔ یوں ہمارے احسانات و انعامات کی بھی انتہا ہو جائے اور ان کا اعزاز و اکرام بھی۔

چنانچہ علامہ اسماعیل حقی، علامہ سید محمود آروسی البغدادی، علامہ زحمتی، امام ابو البرکات النسفی رحمہم اللہ علیہم اسی آیت کے تحت اور مصنف اپنی تفسیر مظہری میں سورۃ الرعد کی آیت ۲۳ کے تحت اپنے اپنے انداز میں اپنے اپنے الفاظ میں آیت کا یہی مفہوم بیان فرماتے ہیں۔

قال الزمخشري: (الْحَقْنَا بِهِمْ وَذَرَيْنَا قَوْمًا) اسی بسبب ایمان عظیم رفیع السجل و هو ایمان الایاء الحقنا یدرجاتہم ذرینا ہم و ان كانوا لا یستأهلونہا لفضلہم علیہم و علی البائسہم لنتیم سرورہم و نکمل نعیمہم (کشاف ج ۱ ص ۴۱، روح البیان ج ۱ ص ۳۶، روح المعانی ج ۵ ص ۱۴۳)۔

قال المصنف فی تفسیرہ: فہذہ الایاء تدل علی ان اللہ تعالیٰ یعطی درجات الکاملین من لم ینلج درجاتہم ولم یعمل مثل اعمالہم من الایاء ہم و اذواجہم و ذریاتہم لطیباً لقلوبہم و تعظیماً لسانہم بشرط ایمانہم (مظہری ج ۵ ص ۱۲۳)۔

آیت کی یہ تفاسیر اور یہ مطالب اسلئے لئے گئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ان اللہ یرفع ذریۃ المؤمن فی درجاتہ و ان كانوا دونہ لتقر بہم عینہ (کشاف ج ۱ ص ۴۱)۔ بے شک اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کو بلند فرما کر اُسی کے درجہ میں ٹھہرائے گا (اگرچہ وہ اپنے عمل کے لحاظ سے اس سے نہایت ہی کم مرتبہ کیوں نہ ہوں)۔

مصنف نے استدلال یوں کیا ہے کہ ایمان تو ہر ایک کا ایک نعمتِ عظمیٰ ہے، ہی مگر اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقبول بندوں کا ایمان وہ دولتِ عظمیٰ ہے کہ اس کے انوار و برکات اُسی فرد واحد تک محدود نہیں رہتے بلکہ اس بعد معرب کے تمام نسبی رشتے اور اسکی دیگر نسبتوں کو اس قابل بنادیتے ہیں کہ وہ بروز قیامت اُس کے تمام متعلقین، متبعین کیلئے معین اور نفع رساں ثابت ہوتے ہیں۔ وہ متعلقین و متبعین خواہ نسبی اولاد ہوں یا اُس کے عزیز واقارب، دوست احباب اور مسترشدین و مریدین ہوں یا تلامذہ و شاگردوں کی جماعت ہو۔

وجہ استدلال نہ مومن کا ایمان فرزا ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایمان کی۔ جب فرزا کا یہ عالم ہے کہ اُس کے انوار و برکات سے مومن کا نسب اور اُس کا تعلق بھی (جاری ہے آئندہ صفحہ پر)۔

اللہ تعالیٰ مزید ارشاد فرماتا ہے :-

اور نہ تمہاری مال و دولت اور نہ
ہی تمہاری آل و اولاد تم کو ہمارے
قریب کر سکتی ہیں ہاں مگر وہ شخص
جو ایمان لایا اور نیک عمل کرتا رہا۔

وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ
بِالَّتِي تَقْرَبُكُمْ عِنْدَنَا
زَلْفَىٰ إِلَّا مَنَ أَمِنَ وَعَمِلَ صَالِحًا
(الانبیاء: ۳۷)

(گذشتہ سے پیوستہ) :- بروز قیامت معینہ اور نفع رسا بن جاتا ہے تو نبی علیہ السلام کے اپنے ایمان کے
تصرفات و کمالات کا عالم کیا ہو گا جو اصل ایمان ہے۔ اس کے انوار و برکات کی
وجہ سے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمہ قسم تعلقات بروز قیامت بہ طریق اولیٰ قائم، دائم، معینہ اور نفع
ثابت ہوں گے۔ (مرتب)

کفار کی ملیکیت، ان کے انساب، ان کی اولاد سب کچھ بروز قیامت نہ صرف منقطع، ضائع اور
بے کار جائیں گے بلکہ ان کیلئے ذلت و رسوائی اور دردناک عذاب کا باعث بنیں گے مگر وہ جو ایمان لائے
اور نیک عمل کئے ان کا نسب، مال و دولت اور اولاد تمام چیزیں بروز قیامت ان کیلئے معینہ ثابت ہونگی۔
و جب استدلال یہاں بھی وہی مذکورہ بالا ہے کہ ایمان مصطفویٰ کی فرع و انوار و برکات کا یہ
عالم ہے تو خود ایمان مصطفویٰ کے انوار و برکات، فوائد و ثمرات کہاں کہاں تک پہنچیں گے، اس کا اندازہ
کون کر سکتا ہے؟ بروز قیامت نیک و بد بر ایمان دار کو اسکی انوار و برکات، فوائد و ثمرات سے یقیناً
سرفراز فرمایا جائے گا خواہ وہ میرے آقا علیہ السلام کی سببی اولاد ہو یا نسبی اور نسبتی، متعلقین ہوں
یا متبیین ہوں یا آپ علیہ السلام کی امت کے گنہگار افراد۔ غرضیکہ جہاں جہاں ایمان موجود ہو گا۔ وہاں
وہاں تک ایمان کا وہ چشمہ صافی بڑی فیاضی سے اہل ایمان کو سیراب کرے گا۔

اس احسانِ عظیم اور فضلِ عظیم کی صورت یہ ہوگی کہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والثناء
کے گنہگار افراد کی مغفرت تو قطعی اور یقینی ہے ہی مگر مغفرت پانے کے بعد جب جنت میں جائینگے
تو یہاں ان کا مقام ظاہر ہے کہ دوسرے نیک لوگوں کے مقام سے کم مرتبہ ہی ہوگا۔ اس مقام پر
وہ نسبت اور تعلق ان کے کام آئے گا جو ان کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اللہ تعالیٰ کے دیگر مقبول
و محبوب اور مقرب عباد کے ساتھ قائم تھا۔ اسکی برکتوں سے ان کو بھی اسی بلند ترین مقام، اعلیٰ ترین
مرتبہ میں بھیج دیا جائے گا۔ جہاں وہ مقبولان ہارگاہ مسند آرا ہوں گے۔

عن ابن جبیر قال: يدخل الرجل الجنة فيقول: ابن أمي؟ ابن ولي؟
ابن زوجتي؟ فيقال: لم يعملوا مثلك؟ فيقول: كنت أعمل لي ولهم. فيقال:
لهم ادخلوهم الجنة: ثم قرأ الآية :- یہ حدیث موقوف حکماً مرفوع ہے اور اس امر
میں صریح ہے کہ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ نَفْسِ إِيْمَانٍ مُرَادُهَا :- (وَهَذَا مَوْقُوفٌ بِنِ حَكْمِ
الْمَرْفُوعِ وَصَرِيحٌ فِي أَنَّ الْمُرَادَ بِالصَّلَاحِ فِي الْآيَةِ نَفْسَ الْإِيْمَانِ)۔

تفسیر مظہری ج ۸ ص ۲۵۵ (مرتب)

تشریح آیت ۱ :- ایمان والوں کی مومن اولاد بھی جنت میں اپنے آباء صالحین کے درجہ میں اکتھے کر دیے جائیں گے اور والدین کا مرتبہ بھی کم نہیں ہوگا۔
تشریح آیت ۲ :- یعنی کفار کا مال و دولت اور ان کی اولاد انکو ہمارے قریب نہیں کر سکتے البتہ اہل ایمان اپنے اعمال کی وجہ ہمارا قرب حاصل کر سکیں گے اور ان کی مال و دولت اور اولاد بھی ہمارا تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔
 کفار کے حق میں ارشاد فرمایا :-

بروز قیامت ان کے درمیان کوئی
 نسب موجود نہیں ہوگا۔

لَا النَّسَبَ بَيْنَهُمْ
 يَوْمَئِذٍ -

نیز فرمایا :-

وَقَطَّعَتْ بِهِمُ
 الْأَسْبَابَ -

ان آیات و احادیث کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں انکا نسب باقی بھی رہے گا اور ایک دوسرے کو فائدہ بھی پہنچانے کا بسبب دوستی کے یا بسبب قرابت کے اور کفار کو کچھ بھی فائدہ نہ دے گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کی حالت یوں بیان فرماتا ہے :-

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ
 أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ
 وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ (عبس)
 ۳۴ تا ۳۶

اُس دن آدمی اپنے بھائی سے ،
 ماں باپ سے ، اپنی بیوی اپنی اولاد
 سے بھی دور بھاگے گا۔

(البقیہ حاشیہ از منہ)

ابن جبیر فرماتے ہیں کہ آدمی جنت میں جب داخل ہوگا تو کہے گا میری والدہ کہاں ہے؟ میری اولاد کہاں ہے؟ اور میری زوجہ کہاں ہے؟ اُسے کہا جائے گا کہ انہوں نے میری طرح نیک عمل نہیں کئے تھے تو وہ کہے گا کہ میں اپنے لئے اور ان کو نیک عمل کیا کرتا تھا۔ اب فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ان کو بھی جنت میں داخل کر دو۔ پھر ابن جبیر نے یہ آیت پڑھی - (المرتب)

نیز ارشاد فرمایا :-

أَلَا خِيَدَاءُ يُؤْمِنُونَ بَعْضُهُمْ
بِبَعْضٍ عَدُوًّا إِلَّا الْمُتَّقِينَ
(الزخرف : ۶۷)

اور اُس دن تمام دوست ایک
دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے
پرہیزگاروں کے۔

اس کلام سے غرض یہ ہے کہ مذکورہ بالا تمام حقوق میں جو شخص اسلام
اور تقویٰ کے اعتبار سے افضل اور زیادہ قوی ہوگا۔ وہ محبت اور وصلت
(دوستانہ تعلقات) کا بھی زیادہ حقدار اور اُحق ہے۔ (واللہ اعلم)

قسم ہفتم

اپنے آپ پر خود واجب کردہ حقوق۔

حقوق میں سے ایک قسم ایسی بھی ہے کہ بندہ اُسے اپنی مرضی سے اپنے
اوپر لازم کر لیتا ہے اور یہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں میں ہوتا ہے۔ اور
ان میں سے ہر ایک تین تین قسم ہیں۔

۱۔ جس کے واجب ہونے کا سبب کوئی طاعت ہو۔
۲۔ اُس کے وجوب کا سبب کوئی معصیت (گناہ) ہو۔
۳۔ اُس کے وجوب کا سبب کوئی امر مباح ہو۔

فصل اول :- وہ حقوق اللہ جن کے وجوب کا سبب طاعت ہو۔

اللہ تعالیٰ کے وہ حقوق جن کے واجب ہونے کا سبب کوئی طاعت ہے
جیسے عبادت کی نذر ماننا مثلاً اگر کسی نے ایسی عبادت مقصودہ کی منت مانی جو

۱۔ جیسے کسی نیک کام کی منت ماننا۔
۲۔ قصاص و دیت، حدود و تعزیرات۔
۳۔ مثلاً کفارہ قسم، کفارہ صیام دینیرہ۔

عباداتِ فرضیہ کی جنس سے تھی جیسے نماز، روزہ، صدقہ اور حج خواہ وہ منت کسی شرط کے بغیر ہو یا کسی ایسی شرط کے ساتھ مشروط ہو جو موجبِ شکر ہو جیسے دینی دنیاوی نعمتوں کا حصول۔

جیسا کہ کہے "اگر میرے مرید کو شفا ہو گئی یا مسافر واپس آگیا تو میں اللہ تعالیٰ کیلئے روزہ رکھوں گا تو جب مریض شفا یا ب ہو گیا یا مسافر واپس آگیا تو اس پر یہ نذر کا پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

وَلْيُؤْتُوا نَّذْرَهُمْ... الخ

چاہیے کہ وہ اپنی اپنی منتیں پوری کریں۔

الحج : ۲۹

اور جو منت عبادتِ غیر مقصودہ کی جنس سے مانی گئی ہو مثلاً یہ نذر مانے کہ ہر نماز کیلئے نیا وضو کروں گا تو اس کا پورا کرنا مستحب ہے واجب نہیں اور گناہ کی نذر ماننا باطل ہے مثلاً یہ کہے کہ اگر بیمار نے شفا پائی تو میں محفلِ موسیقی سجاؤں گا۔ (اس کا ایذا لازم نہیں)۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ

اللہ تعالیٰ کی بے فرمانی میں کوئی

اللہ -

منت اور نذر جائز نہیں۔
یعنی گناہ کی منت ماننا جائز نہیں ہے (بلکہ باطل ہے) اور امرِ مباح کی منت بھی لغو ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کیلئے کسی نبی یا کسی ولی کی نذر ماننا گناہ ہے اور شرک کے قریب ہے۔

۱۔ وہ عمل جس کے کرنے پر ثواب ہو نہ گناہ، اس کا کرنا یا نہ کرنا برابر ہو اسے مباح کہتے ہیں۔ جیسے میرا نلاں کام ہو جائے تو میں بیٹر کا گوشت کھاؤں گا۔

۲۔ نذر کی معقولیت :- اللہ تعالیٰ نے کائناتِ عالم کا تمام تر نظام اسباب کے ساتھ مربوط فرما دیا ہے۔ سبب کے بغیر کوئی کام بھی سرانجام نہیں پاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس عالم کو عالم اسباب کہتے ہیں۔ (جاری ہے آئندہ صفحہ پر)۔

ان تمام اسباب کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ و محبوب بندوں کے سوا مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ یعنی لوگوں میں سے کوئی بھی قطعی اور یقینی طور پر نہیں جانتا کہ میرے معاملات کی بہتری، مشکلات کا حل اور مصائب سے نجات کن اسباب سے متعلق ہیں۔

جب آدمی کو مصائب و مشکلات ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں، نجات کے تمام عادی وسائل اور تمام ظاہری تدبیریں ناکام ہو جاتی ہیں۔ تو بندہ اپنی پریشاں حالی سے نجات کے ممکنہ اسباب تلاش کرنے کی غیر مرئی تاثیرات کی حامل تدبیریں اختیار کرنے لگ جاتا ہے۔ کبھی دعا کے ذریعہ۔ کبھی تعویذ کے ذریعہ اور کبھی نذر اور سنت کے ذریعہ سے۔

گویا نذر اور سنت بھی نامعلوم اسباب ڈھونڈنے کی ایک معقول تدبیر ہے جس سے حصولِ شفا کیلئے علاج کی طرح کہ ایک ہی مرض سے شفا یا بی کیلئے یکے بعد دیگرے کئی کئی نسخے تجویز کئے جاتے ہیں اور یہ طے ہے کہ اپنی مشکلات پر قابو پانے، مصائب سے نجات اور معاملات میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے ہر جائز تدبیر اختیار کرنا (عادی ہو وہ تدبیر یا غیر عادی) قطعاً برکات نہیں ہے بلکہ مستحسن ہے۔

نذر کی مشروعیت :- نذر کی مشروعیت کیلئے دو چیزوں کا شرعاً درست و صحیح ہونا ہر لحاظ سے لازمی ہے۔

۱۔ نذر (منت ماننا) ۲۔ ایفائے نذر (منت کا پورا کرنا / ادا کرنا)
نذر : کوئی مسلمان عاقل بالغ اپنے جائز اور نیک مقصد میں کامیابی پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شکرانہ ادا کرنے کا وعدہ کرے۔

ایفائے نذر :- منت کا ادا کرنا واجب ہے مگر اس وقت جب شے منذورہ حلال طیب یا عبادت مالی یا بدنی میں سے ہو۔

نذر کی تعریف :- کوئی ایسا جائز کام اپنے آپ پر خود واجب کر لینا جو پہلے واجب نہ تھا۔ منت کہلاتا ہے۔

نذر فی حدّ ذالیم :- یہ ایک امر مشروع ہے اس میں کسی طرح سے بھی قباحت نہیں پائی جاتی بلکہ جو لوگ اپنی منیتیں ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو "عباد اللہ" کا

امتیاز ہی شرف بخشا ہے۔ یہ ایک بہت عظیم اعزاز ہے۔ پھر انہیں لوگوں کی مدح سرائی بھی "ایفائے نذر" کے حوالے سے خود فرماتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد استوگرامی

لِيُؤْتُوا بِهَا لَتَذِرُوا — اور — وَلِيُؤْتُوا نَذْرَهُمْ — اس بات پر شاہد عادل ہیں۔ ہاں بعض اوقات چند خارجی عوامل کے پیدا ہونے کی وجہ سے نذر کی شرعی حیثیت بدل جاتی ہے وہ عوامل یہ ہیں :-

۱۔ فساد فی العمل — ۲۔ فساد نیت و ارادہ — ۳۔ فساد اعتقاد

فساد فی العمل :- ۱۔ نذر میں گناہ کرنے کا وعدہ کرنا مثلاً مریض شفا یاب ہو جائے تو یہی شراب پیوں گا وغیرہ۔ نذر سے مقصود تو نیک (مریض کی شفا یابی) مگر ایفائے نذر کی متعینہ صورت حرام اور گناہ کبیرہ ہے (شراب پینا)۔

۲۔ یا اگر فلاں شخص چور کی میں کامیاب ہو جائے تو میں خوشی میں شراب لقمیم کر دوں گا۔ (آج جاری ہے)

(بقیہ حاشیہ مد سے)

یہاں مقصد نذر اور ایقلے نذر کی مقررہ صورت (محل) دونوں حرام ہیں۔
 فساد فی الارادہ : منت سے مقصد حصول ثواب اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نہ ہو
 بلکہ نفس کو یا شیطان کو خوشش کرنا مقصود ہو یا کسی کی حوشتا بد کرنا
 مقصود ہو۔ مثلاً اگر کہے اللہ تعالیٰ دشمن پر کامیابی اور غلبہ عطا کرے تو میں اُسے سزا دوں گا یا
 قتل کر دوں گا وغیرہ اس جیسی تمام صورتیں حرام اور باطل ہیں۔ ان کا ادا کرنا شرعاً حرام ہے۔

فساد فی الاعتقاد :- ۱۔ بتوں کے نام کی منت مانے۔
 ۲۔ نذر فی نفسہ کو فناء و قدر میں مؤثر و مستصرف اعتقاد کر کے منت ملنے
 ۳۔ منت مانی ہوئی چیز اگر کوئی حلال جانور ہے۔ بکری، دنبہ، گائے وغیرہ تو اُسے
 غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے۔ یہ ایفائے نذر میں اعتقاد کا فساد ظاہر ہو رہا ہے۔
 ۴۔ اللہ تعالیٰ کے کسی عبد مقرب کو اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت کے خلاف متصرف
 بالذات اعتقاد کر کے اُسی کی نذر مانے۔ فساد فی الاعتقاد کی پہلی اور چوتھی
 صورت شرک اور باقی دو حرام ہونے میں شرک کے قریب ہیں۔
 مصنف علیہ الرحمہ کی مراد بھی یہی چوتھی صورت ہے جسکو وہ شرک کے قریب یا حرام
 قرار دے رہے ہیں اور جن نذر میں یہ عوامل نہ پائے جائیں بلاشک و لاریب متراً درست اور
 صحیح ہوتی ہیں۔ ان کا ایفائے بھی لازم یا جائز ہوتا ہے۔

مَنْ مَنَّا تَحْقِيقًا ذَا بَدَأَ عَلَيْهِ فَلْيَسْرَاجِجِ رِالِي كِتَابِ الْمَتَدَاوِلَةِ مِّنَ
 الْمَتُونِ وَالْمَشْرُوحِ وَالْفَتَاوَىٰ مَعْلُ بِدَائِحِ الصَّنَائِحِ وَالْمَشَاهِ
 وَمَنْظُورِي وَغَيْرِهِمْ۔

بہد حاضر میں جو نذریں مانی جا رہی ہیں ان کو کچھ حقیقت سے دیکھا جائے
 تو کوئی بھی موجب حرمت (فساد عقیدہ یا فساد نیت و ارادہ) کہیں بھی نہیں پایا جاتا
 پھر ہر قسم کے موجب حرمت سے خالی نذریں تحریم کا بلا جواز فتویٰ آخر کس لئے؟
 بارہ مرتبہ کا مشاہدہ ہے کہ اگر کسی سے ایفائے نذر میں کسی طرح کا فساد پیدا ہو
 بھی جائے وہ فساد حقیقتاً ہو یا مہرومی مثلاً ذبح درست نہ ہو، تسمیہ بھول جائے۔ یا
 کوئی جنابت کی حالت میں ذبح کرے، نابالغ یا کوئی عورت ذبح کر دے یا نقیم و استحقاق
 میں ابہام وغیرہ کا معاملہ ہو تو عوام الناس فوراً علمائے اسلام کی طرف رجوع کر کے تہ صرف
 رہنمائی لیتے ہیں بلکہ ان کے بتائے ہوئے حکم شرعی پر سختی سے عمل بھی کرتے ہیں۔

ان کا یہ طرز عمل بھی دلیل ہے اس حقیقت پر کہ نذر ماننے سے نہ صرف ارباب علم
 و دانش کا نذر و ایفائے نذر، بلکہ عوام پر مبنی ہوتا ہے بلکہ معاشرہ کے ان پڑھ عوام
 کا مقصد و ارادہ بھی تقرب الی اللہ اور رضائے الہی کا حصول ہی ہوا کرتا ہے لا غیر
 ورنہ حکم شرعی کی دریافت میں اس قدر بے تابی پھر اُس کی تعمیل میں شدت و سختی چہ معنی
 دارو؟ البتہ یہ ضرور ہوتا ہے کہ اپنے صدقہ اور خیرات کی برکت سے بارگاہِ الہی میں حصول برہا
 کی التجائیں کرتے ہیں اور اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے کسی عبد مقرب کی روح کو پہنچا دیتے ہیں۔
 (جاری ہے آئندہ صفحہ پر)

فصل دوم :-

وہ حقوق اللہ جو کسی جائز کام کی وجہ سے واجب ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے وہ حقوق جن کے وجوب کا سبب کوئی امر مباح ہو جیسے قسم کا کفارہ بعض وقتوں میں اور ماہِ رمضان کا روزہ بروقت نہ رکھنا مسافر یا مریض کیلئے وجوبِ قضا کا سبب ہے۔

(گذشتہ صفحہ پر) یہ طریقہ نہ تو بیع اور ممنوع شرعی ہے اور نہ ہی تحریمِ نذور کا موجب۔ بحمدہ تعالیٰ! یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح امر و انہ بن کر سامنے آگئی کہ مسلم معاشرہ کے عوام الناس بھی حرام اور شرکِ مذکور سے ہمیشہ بری ہوا کرتے ہیں۔ ان کا اعتقاد فاسد ہوتا ہے نہ نیت و ارادہ اور عمل۔ ہاں! وہ خلافِ شرع اعمال و افعال اور غیر شرعی رسومات جن کا ارتکاب جہاں مقاماتِ مقدسہ پر جا کر کیا کرتے ہیں۔ ان کا اسلام سے تعلق ہے نہ اہل اسلام سے، انکی منت مانی گئی ہو یا نہ۔ ہر دو صورتوں میں حرام، ممنوع اور موجبِ گناہ ہیں۔

جہلا کی ایسی بد اعمالیوں کو عقیدہ سمجھنا بھی ایک جہالت ہے یا علمی خیانت۔

عبد مؤمن کی منت مانی ہوئی چیز بلا شک و لایب حلال و پاکیزہ، طیب و ظاہر ہوتی ہے اور ایسی ہی نذور کا ایفا واجب ہوا کرتا ہے۔ اسی بنا پر زبدۃ المحققین، سند الاصولین الشیخ احمد ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :-
 ومن ہنا علم ان البقرۃ المنذورۃ للذلیلۃ کما ھو الترمیم فی زماننا حلال طیب۔ (تفسیرات احمدیہ ص ۵۴ نورانی کتب خانہ پشاور)۔
 ترجمہ: یہیں سے معلوم ہوا کہ اولیائے کرام کیلئے جس کائے کی منت مانی گئی ہو۔ وہ حلال اور پاکیزہ ہے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رواج ہے۔ (مرتب)

اصطلاح فقہ میں روزہ: رکھنے کو "افطار" بھی کہتے ہیں۔

رمضان المبارک میں مسافر یا مریض کو "افطار" جائز اور روزہ رکھنا افضل ہے۔ تو گویا مسافر اور مریض کو شریعتِ مطہرہ نے روزہ نہ رکھنے کی جو اجازت دے رکھی ہے اسی اجازت کا نام ہے "رخصت" اور یہی رخصت ایک جائز کام ہے، امر مباح ہے۔
 اب اگر کوئی مسافر یا مریض رخصتِ شرعیہ پر عمل کرتے ہوئے روزہ رمضان المبارک نہیں رکھتا تو گنہگار تو نہیں ہوگا مگر اس کیلئے حکمِ شرعی یہ ہے کہ وہ متیم ہونے یا تندرست ہونے کے بعد اسے ضرور قضا کرے تو وہی "رخصتِ شرعی" قضا کے واجب ہونے کا سبب بھری۔ (افطار) نہ کرتا تو قضا بھی واجب نہ ہوتی۔

دوسری قابلِ توجہ بات یہ بھی ہے کہ اگر کوئی آدمی سفر یا مرض جیسے شرعی عذر کے بغیر رمضان المبارک کا روزہ بروقت نہیں رکھتا تو وہ شخص تارکِ صوم (جاری ہے آئندہ صفحہ پر)

فصل سوم اللہ تعالیٰ کے وہ حقوق جنکے وجوب کا سبب کوئی گناہ ہوتا ہے :-

مثلاً حرّود (شرعی سزائیں) جو زنا، چوری، شراب اور بہتان کے سبب
واجب ہوں اور کفارات جو عمداً روزہ توڑنے یا قبلِ خطائے یا ظہار کے سبب
واجب ہوئے ہوں۔

فصل چہارم بندوں کے وہ حقوق جن کے وجوب کا سبب کوئی طاعت نہ ہو۔

وہ حقوق العباد جن کے وجوب کا سبب کوئی طاعت ہے : جیسے کسی
اہم اور ضروری چیز کا وعدہ پورا کرنا یا ذمہ داری، دیانت داری سے ادا کرنا۔

(حاشیہ لبتیہ از ص ۱۰۰)

ہونے کی بنا پر بہت بڑے گناہ کا مرتکب قرار پاتا ہے اور اس پر قضا بھی واجب
رہتی ہے یہ وہ قضا ہے جس کے وجوب کا سبب ایک گناہ ہے اور وہ روزے کا بلا عذر ترک ہے۔
لیکن اگر وہی شخص حالتِ سفر میں ہو یا حالتِ مرض میں ہو اور روزہ نہ رکھے، اب صرف قضا
واجب ہے گناہ نہیں۔ معلوم ہوا کہ "رخصتِ شرعیہ" وجوبِ قضا کا سبب بھی ہے اور
سقطِ عصیاء کا سبب بھی۔ مگر اس رخصت پر عمل کرنا واجب ہرگز نہیں ہے صرف جلتز ہے۔
پس ثابت ہوا کہ یہ قضا روزے اللہ تعالیٰ کے اُن حقوق سے ہیں جن کے وجوب
کا سبب امرِ مباح ہو۔ ہاں اگر ترکِ صومِ رمضان کسی شرعی عذر کے بغیر ہوا ہو تو اس روزے
کی قضا اللہ تعالیٰ کے اُن حقوق میں سے ہے جن کے وجوب کا سبب کوئی گناہ ہوتا ہے۔ (المرتب)
۱۔ قتلِ خطا : ہرن کا حکار کرنے کیلئے اُسے تیر مارا مگر وہ تیر جانگ انسان کو۔ وہ انسان تیر لگنے سے مرگیا
یہ قتلِ خطا ہے اس میں دیت کے ساتھ کفارہ بھی دینا پڑتا ہے۔ (مرتب)
۲۔ ظہار : شوہر اپنی زوجہ کو اپنے اوپر حرام ہونے میں اپنی ماں بہن (جاری آئندہ صفحہ پر)

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

وَأَذِّنُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ
كَانَ مَسْئُولًا -

(الاسراء : ۳۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

الْعِدَّةُ دَيْنٌ وَيْلٌ لِّمَنْ
وَعَدَ ثُمَّ أَخْلَفَ وَيْلٌ لِّمَنْ
وَعَدَ ثُمَّ أَخْلَفَ - وَيْلٌ
لِّمَنْ وَعَدَ ثُمَّ أَخْلَفَ

(رواہ الطبرانی عن علی و

ابن مسعود و ابن عساکر عن علی)

اور صحیحین میں جناب ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

منافق کی تین علامتیں ہیں - امام

مسلم نے یہ کلمات بھی زائدہ کئے

اگرچہ وہ روزے رکھے اور نمازیں بھی

پڑھے پھر یہ بھی سمجھے کہ میں مسلمان

ہوں - اس سے آگے متفق علیہ روایت

ہے - جب بات کرے تو جھوٹ

بولے گا جب وعدہ کرے تو اُسکے

خلاف کرے گا اور جب اُس کے

پاس امانت رکھی جائے تو خیانت

کرے گا -

البتیہ حاشیہ) یا دیگر مرم خواہین سے تشبیہ کے اُسے ظہار کہتے ہیں) اس کا کفارہ یہ ہے کہ سب سے پہلے غلام آزاد
کرتے یہ نہ ہو تو ساٹھ روزے رکھے یہ نہ کر سکے تو ساٹھ مہینوں کو کھانا کھلانے - (مرتب)

اور سیدنا عبد اللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار چیزیں ہیں جس کے اندر یہ چار ہوں وہ منافق ہے۔
 ۱۔ جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔
 ۲۔ جب بولے تو جھوٹ بولے۔
 ۳۔ جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور دھوکہ دے۔
 ۴۔ جب کسی سے جھگڑے تو گالیاں بکے۔

فصل پنجم : بندوں کے وہ حقوق جو کسی امرِ مباح کی وجہ سے واجب ہوتے ہوں۔

ان کی مثال جیسے قرض ہے اور اسی طرح کی دوسری اشیا ہیں جو خرید و فروخت، اجرت و اجارہ، خدمت کرانے، عاریت لینے، قرض لینے اور نکاح و خلع و عینہ کی وجہ سے لازم ہوتے ہیں۔

ان حقوق کا ادا کرنا یعنی قیمت وصول کر لینے کے بعد بکی ہوئی چیز خریدار کے حوالے کر دینا، عورت کا اپنے منافعہائے بدنیہ اپنے خاوند کے سپرد کرنا، مالک کا بیع کو شفیع کے حوالے کرنا، قیمت پوری ادا کرنا، اور قرض، مہر، اجرت اور عاریت کا واپس کر دینا اور امانت اصل مالک کے سپرد کر دینا اور ان کے علاوہ دیگر وہ حقوق جن کو فرائض میں ایک اہم مقام حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ کے جو حقوق مغفرت کا احتمال رکھتے ہیں ان کا ادا کر دینا ہی بہتر اور انسب ہے۔ اور ان حقوق کے ضائع کرنے میں اور قرض ادا نہ کرنے میں بخشش و مغفرت کا احتمال ہی نہیں ہے۔ (لہذا ان کے ادا کرنے سے ہی گلو خواہی ہو سکے گی ورنہ ممکن نہیں)۔
 چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

شہید کے تمام گناہ معاف کر دیے
جائینگے سوائے قرض کے مسلم
نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے

يَغْفِرُ لِشَيْءٍ كُلِّ ذَنْبٍ
إِلَّا الدَّائِنَ - رواه مسلم
عن عبد الله بن عمر

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔

قرض ادا کرنے میں (توفیق ہونے
کے باوجود) تاخیر کرنا ظلم ہے ۔

مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ
(متفق علیہ عن ابی ہریرۃ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں نماز کیلئے ایک جنازہ لایا گیا
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کیا اُسکے ذمہ کسی کا قرض ہے ؟ عرض
کیا گیا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ پڑھی ۔

پھر دوسرا جنازہ لایا گیا تو آپ نے وہی پوچھا کہ اس پر کسی کا قرض ہے ؟
یعنی کوئی حق العباد ہے ؟ عرض کیا گیا کہ ہاں اُس کے ذمہ قرض ہے ۔ تو آپ
نے فرمایا ! کیا کچھ مال بھی اُس نے چھوڑا ہے ؟ عرض کیا گیا کہ ہاں تین دینار
تو آپ نے اُس پر بھی نماز جنازہ پڑھائی ۔

پھر تیسرا جنازہ خدمت اقدس میں لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے پوچھا کہ اُس پر کوئی قرض ہے ؟ عرض کیا گیا ہاں تین دینار ! آپ نے

پوچھا کہ کچھ مال بھی چھوڑا ہے ؟ عرض کیا نہیں تو فرمایا تم اُس پر نماز جنازہ
پڑھو ۔ حضرت ابو قتادہ عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! اس کا
قرض میں ادا کروں گا ۔ آپ اس پر جنازہ پڑھیں ۔ تب آپ نے نماز جنازہ اس پر پڑھائی
۔ بخاری نے مسلم بن اکوع سے روایت کی اور بغوی نے شرح السنہ میں

ابو سعید خدری سے روایت کی کہ ایک جنازہ لایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے دریافت فرمایا ! کیا اس پر قرض ہے ؟ عرض کیا گیا ہاں اس پر قرض ہے ۔ آپ
نے فرمایا ۔ کیا بقدر قرض مال بھی چھوڑا ہے ؟ عرض کیا گیا نہیں ! آپ نے فرمایا ۔

اس پر نماز جنازہ تم پڑھو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اس کا قرض میں نے اپنے ذمہ لیا۔ اُس وقت آپ نے نماز جنازہ پڑھی اور حضرت علی سے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے ہر قید و بند سے رہائی دے گا جس طرح تو نے اپنے دوست کو قید و بند سے رہا کرایا۔

مسلم نے ابوقتادہ سے روایت کیا کہ ایک مرد نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" جب میں کفار کے خلاف جنگ اور قتال کروں اور پیٹھ نہ پھیروں تو کیا اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا؟ فرمایا ہاں معاف فرما دے گا مگر قرض۔ جبریل امین نے مجھے اسی طرح بتایا ہے۔ اور "مہر" ادا کرنے کیلئے حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں :-

وَالْوَالِدَاتُ صِدْقَاتِهِنَّ
نِفْلَةٌ (النساء: ۴) سے ادا کرو۔

نِفْلَةٌ : اُس عطیہ کو کہتے ہیں جو اپنے غیر مشتبہ حلال مال سے ہو اور خوشدلی و وسعت قلبی اور دیانت داری کے ساتھ ادا کیا جائے۔ لے
مطلب یہ ہوا کہ عورتوں کو اُن کے حقوق الہراپنے غیر مشتبہ حلال مال سے فراخ دلی اور خوشی خوشی بڑی دیانت داری سے ادا کرو۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

مزدور کو اُس کا حق اجرت اُس کا	أَعْطُوا الْأَجِيرَ أُجْرَهُ
پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو	قَبْلَ أَنْ يَجْفَأَ عَرَقَهُ
ابن ماجہ نے ابن عمر سے، ابویعلیٰ نے	رواہ ابن ماجہ عن ابن عمر
ابی ہریرہ سے، طبرانی نے جابر سے	وَابُولِیْحَىٰ عَنِ ابْنِ هُرَيْرَةَ وَالطَّبْرَانِيِّ
اور حکیم اور ترمذی نے حضرت انس سے	عَنْ جَابِرٍ وَالْحَكِيمِ وَالتِّرْمِذِيِّ عَنِ انس

لہ تفسیر نظری، بیضادی، کشاف، مدارک و دیگر کتب تفسیر میں "نِفْلَةٌ" کا یہی مفہوم لیا گیا ہے۔
(مرتب)

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ بِهَا :
 إِذَا دَعَا رَجُلٌ امْرَأَتَهُ
 إِلَى فِرَاشِهِ فَابْتُ فَبَاتَ
 غَضْبَانَ : لَعْنَتُ الْمَلَائِكَةِ
 حَتَّى تَصْبِحَ .

(متفق عليه عن ابی ہریرہ)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

إِنَّ اللَّهَ يَا مَرْكُومًا أَنْ
 تُوَدَّوْا لِأَمَانَاتٍ إِلَى أَهْلِهَا

(النساء : ۵۸)

جب شوہر اپنی زوجہ کو اپنے بستر
 پر بلائے اور وہ انکار کر دے
 پھر خاوند نے تمام رات عفتہ میں
 گزار دی تو فرشتے اُس عورت پر صبح
 ہونے تک لعنت کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم
 امانتیں ان کے مالکوں کو ادا کرو

فصل ششم قرض ادا کرنے کی تاکید

اگر کوئی شخص قرض ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن اُس کے پاس
 اتنا مال نہیں کہ قرض ادا کر سکے تو امید ہے اللہ تعالیٰ قیامت میں اُس کے
 قرض خواہوں کو خود راہنی کر کے اُس کو بہشت میں داخل کرے گا۔
 چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

جو کوئی قرض کے لین دین میں متروض
 ہو گیا اور وہ اُس کے ادا کرنے کا
 ارادہ رکھتا ہے۔ پھر فوت ہو گیا تو
 اللہ تعالیٰ اُس کے قرض خواہوں کو
 جیسے بھی چاہے گا راہنی کر کے اُس کو

مَنْ تَدَايَنَ بِدَيْنٍ وَرَفِيَ
 لِنَفْسِهِ وَفَاءُهُ تَمَّ
 مَا تَتَجَاوَزُ اللَّهُ
 عَنْهُ وَارْضَى غَرِيْمَهُ
 بِمَا شَاءَ وَمَنْ تَدَايَنَ

بخش دے گا اور جو شخص قرض
کا معاملہ کرتے ہوئے مقرض ہو گیا
اور ادا کرنے کا ارادہ بھی نہیں
رکھتا پھر فوت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ
قیامت کے دن اُس کے قرض خواہوں
کو اسی سے بدلہ دلائے گا۔

حاکم اور طبرانی نے ابی امامہ سے ان الفاظ میں بھی روایت کی ہے۔
(معنوم ایک ہے)۔

جو شخص فوت ہو گیا اور قرض ادا
کرنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتا
تھا تو بروز قیامت اللہ تعالیٰ
فرمائے گا کہ میں اپنے بندے
کا حق اُس کو خود دلاتا ہوں
پھر مقرض کی نیکیاں قرض خواہ
کو دلائی جائیں گی۔ اگر اُس کے پاس
بہک اعمال نہیں ہیں تو قرض خواہ
کے گناہ مقرض پر رکھ دیے جائیں گے

بَدِيْنِي وَ لَيْسَ مِنِّي لَفْسِيهِ
دَفَاءَةٌ ثُمَّ مَاتَ
اِقْتَصَّ اللهُ تَعَالَى
لِفَرِيْمِهِ مَذْ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ :

رواہ حاکم عن ابی امامہ

مَنْ اَذَى دَيْنًا فَهُوَ يَنْوِي
اَنْ لَا يُؤَدِّيَهُ فَمَاتَ
فَقَالَ اللهُ تَعَالَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ
اِنِّي لَا اُخَذُ بِعَبْدِي حَقِّهِ
فَيُؤَخِّدُ مِنْ حَسَنَاتِهِ
فَيَجْعَلُ فِي حَسَنَاتِ
الْآخِرَةِ لِمَنْ
يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ
سَيِّئَاتِ الْآخِرِ فَيَجْعَلُ عَلَيْهِ

طبرانی نے ابن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہیں کہ قرض دار دو قسم ہوتے ہیں۔ ایک وہ مقرض جو قرض ادا کرنے کی نیت
رکھتے تھے اور وہ فوت ہو گئے (ادا نہ کر سکے)۔ اُن کا ولی میں ہوں یعنی اُن کو میں
بخشاؤں گا اور حق تعالیٰ سے اُس کا قرض میں ادا کراؤں گا۔

دوسرا وہ مقرض جو اس حال میں فوت ہوا کہ قرض ادا کرنے کی نیت
بھی نہیں رکھتا تھا تو بروز قیامت اُسکی نیکیاں لے لی جائیں گی جس دن درہم

و دیار نہیں ہوں گے اور اسی طرح ابن عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

فصل ہفتم: وہ حقوق العباد جن کے وجوب کا سبب کوئی گناہ نہ ہو۔

جیسے کسی کو قتل کر دینا یا کوئی عضو کاٹ لینا یا کسی کا مال چھین لینا یا چوری کرنا، خیانت کرنا یا گالیاں وغیرہ دے کر کسی کی بے عزتی کرنا، گلوہ و عنبت کرنا وغیرہ۔ یہ وہ حقوق ہیں جو مال ادا کرنے یا مظلوم کو راضی کرنے سے ادا ہو سکتے ہیں۔ مظلوم کی رضامندی اور حقدار کی حق رسی کے بغیر ان حقوق میں معافی و بخشش نہیں ہو سکتی۔ ہاں مگر جسے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول چاہیں۔

چنانچہ رسول اکرم نور مجسم رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

الذَّوَابِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ ثَلَاثَةٌ فَرِيضَاتٌ لَا يُغْبَوُ اللَّهُ بِهِ شَيْئًا وَدَرِيضَاتٌ لَا يَتْرُكُ اللَّهُ مِنْهُ شَيْئًا وَدَرِيضَاتٌ لَا يَغْفِرُ اللَّهُ:	اعمال نامے تین طرح کے ہیں ایک تو وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کسی شمار میں بھی نہیں لائے گا دوسرا وہ ہے کہ اس میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑے گا تیسرا وہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشے گا۔ وہ اعمال نامہ
--	---

قتل، غصب، چوری، خیانت وغیرہ جیسے جرائم میں قصاص، دیت، ارش، مالک یا وارث کو ادا کرنا واجب ہوتا ہے ورنہ یہ حقوق ادا نہیں ہوں گے جبکہ عنبت، گلوہ اور گالیاں وغیرہ میں مظلوم و مشتوم کو بہر صورت راضی کرنا لازم ہوتا ہے خواہ معذرت اور معافی مانگ کر ہو یا اسے تحائف وغیرہ کی صورت میں کچھ دے کر ہو۔ (مرتب)

جسے اللہ تعالیٰ نہیں بخشتے گا وہ اللہ
تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے
چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس نے
اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اسپر
اللہ تعالیٰ نے بہشت حرام کر دی
ہے اور وہ اعمال نامہ جس کو اللہ
تعالیٰ کسی شمار میں بھی نہیں لائے
گا وہ بندے کا اپنی ذات پر ظلم
ہے جو اس نے اپنے رب کے حقوق
کا تارک بن کر کیا جیسے کسی دن
کاروزہ ترک کیا ہو یا کوئی ایک نماز
چھوڑ دی ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے
اگر چاہا تو یہ حقوق جس کیلئے چاہے
گا اسے بخش دے گا۔ اور وہ
اعمال نامہ جس میں اللہ تعالیٰ ذرہ
بھر نہیں چھوڑے گا۔ وہ بندوں
کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم
کرنا ہے۔ اس میں بدلہ اور قصاص
یقیناً ہوگا۔

أَمْ أَلِدُ يَوْمَ الذِّكْرِ
لَا يَغْفِرُهُ اللَّهُ فَالشِّرْكَ
بِاللَّهِ. قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ
فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ
عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَأَمْ أَلِدُ
لَا يَعْبُؤُ اللَّهُ بِهِ
شَيْئًا فَظَلَمَ الْعَبْدُ
نَفْسَهُ فِيمَا بَيْنَهُ
وَبَيْنَ رَبِّهِ مِنْ حُجُوبِ
يَوْمٍ تَرَكَهُ أَوْ صَلَاةٍ
تَرَكَهَا فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ
يَغْفِرُ ذَٰلِكَ وَيَتَجَاوَزُ
لِمَنْ يَشَاءُ وَأَمْ أَلِدُ
لَا يَتْرُكُ اللَّهُ مِنْهُ
شَيْئًا فَظَلَمَ الْعِبَادُ
بَعْضُهُمْ بَعْضًا الْقِصَاصُ
لَا مَعَالَةَ. (رواه الحاكم
وَاحْتَدَّ عَنْ عَالِشَةَ رَضِيَ

طبرانی اور ان جیسے آئمہ نے سلمان سے اور بزار نے حضرت انس سے
اسی طرح روایت کیا اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے
اپنے بھائی پر کوئی ظلم کیا ہو تو اسے چاہیے کہ اسی دنیا میں ہی (حق ادا کر کے)
مخشوالے کیونکہ بروز قیامت نہ دینا رہوں گے نہ درہم۔ اگر ظالم کے کوئی

نیک عمل ہونگے بھی تو اُس کے بقدر ظلم لے کر مظلوم کو دے دیے جائیں گے اور اگر نیک عمل نہیں ہونگے تو مظلوم کے گناہ ظالم پر رکھ دیے جائیں گے۔ اس کو امام بخاری نے ابی ہریرہ رضی عنہ سے روایت کیا۔

امام مسلم اور ترمذی ابی ہریرہ رضی عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ مفلس کون ہوتا ہے؟ صحابہ نے عرض کی جو شخص مال و اسباب نہ رکھتا ہو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں مفلس وہ ہوگا جو بروز قیامت نماز، روزہ، زکوٰۃ کے ساتھ تو حاضر ہو لیکن اُس نے کسی کو گالی دی ہوئی ہوگی اور کسی کو زنا کی تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا مال ناحق کھایا ہوگا۔ اور کسی کا خون ناحق بہایا ہوگا (ناحق قتل کیا ہوگا) اور کسی کو مارا ہوگا۔

پس ایسے شخص کو (ایک طرف) بٹھا دیا جائے گا اور ہر ایک اپنے اپنے حق کے عوض میں اُسکی نیکیاں لیتے رہیں گے۔ جب اُس کے نیک اعمال ختم ہو جائیں گے اور حقوق جو اُسکے ذمہ تھے۔ ابھی بہت کچھ باقی ہوں گے تو اُس کے مظلوموں کے گناہ اُن سے لیکر اُس پر رکھ دیے جائیں گے پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

مَا مِنْ رَجُلٍ يَضْرِبُ عَبْدَ اللَّهِ إِلَّا
قِيَدَ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .
دواہ البزار الطبرانی عن عمرو عن
ابی ہریرہ رضی عنہ

جو بھی اللہ تعالیٰ کے بندے کو مارنا
ہوگا (اپنے غلام کو) بروز قیامت
اُس سے ضرور بدلہ لیا جائے گا۔

اور حاکم نے سلمان، سعد اور ابن مسعود رد گیر صحابہ سے اور طبرانی

نے ابوامامہ، ابی بردہ اور انس سے اسی طرح روایت کی۔

اور حضرت ہناد ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ اور

شرح حدیث :- دو شخصوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا۔
(گالیاں دیں) تو دونوں کا گناہ اسی پر ہے جس نے پہلے گالی دی جب تک کہ دوسرا
(مظلوم) اُس کے کہنے سے زیادہ نہ کہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ایک دوسرے کو گالیاں بکنے والے
دو شیطان ہیں۔ آپس میں باطل کلام
کرتے ہیں اور آپس میں جھوٹ بولتے
ہیں۔ روایت کیا اس کو احمد اور
بخاری نے ادب المفرد میں۔ سند
صحیح کے ساتھ عیاض بن جمار سے

الْمُسْتَبَانِ شَيْطَانَانِ
يَتَهَادَّانِ وَيَتَكَاذِبَانِ
رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ خُبَّازٍ
فِي الْأَدَبِ بِسَنَدٍ صَحِيحٍ
عَنْ عِيَاضِ بْنِ جَمَارٍ -

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

نیکی اور بُرائی یکساں نہیں ہیں
بُرائی کا تدارک اُس نیک عمل سے کر
جو سب سے بہتر ہو (اگر تو نے ایسا
کیا) تو جس کی ترے ساتھ دشمنی
تھی وہ تیرا مخلص جگری دوست
بن جائے گا۔ اور یہ وصف صرف بُر
کرنے والوں کو حاصل ہوتی ہے
اور یہ نعمت بہت خوش نصیب آدمی
کو دی جاتی ہے، لیکن اگر تیرے بول

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ
وَلَا السَّيِّئَةُ إِذْ فَعِ
بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ
فَإِذَا لَذِكْ بَيْنَكَ
وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ
كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ
وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا الَّذِينَ
صَبَرُوا وَمَا يُلْقِيهَا
إِلَّا ذُو حِظٍّ عَظِيمٍ

اے جب مظلوم گالیاں دینے میں اس سے بڑھ جائے تو اب دونوں برابر کے گنہگار
اور برابر کے ظالم ہوں گے۔ (المربت)

وَمَا يَنْزَعَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ
نَزْعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ
إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
(حمد المسجده: ۳۴ تا ۳۶)

میں شیطان کوئی وسوسہ ڈالے تو
اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ بے شک
وہ سب کچھ سننے والا اور سب
کچھ جاننے والا ہے۔

تفسیر :- وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ؛

نیکی اور برائی ایک جیسی چیز نہیں ہے، برابر نہیں۔ پس جو نیکی
کر سکتا ہے برائی کرنا کیوں اختیار کرے۔

ادْفَعُ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ؛ یعنی اگر تیرے ساتھ کسی نے بد سلوکی اختیار
کی ہے تو تو اُسکے عوض اُس کے ساتھ نیکی اور حَسَنِ سلوک سے پیش آتیرے
اس طرزِ عمل سے اُسکی برائی دفع ہو جائے گی۔ (یعنی ایک نہ ایک دن وہ
بد سلوکی کرنے اور برائی کرنے سے باز آہی جائے گا) اور وہ تیرا دوست
بن جائے گا۔

وَمَا يَنْزَعَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ
الْعَلِيمُ اگر شیطان تیرے دل میں وسوسہ ڈالے اور اس طرزِ عمل سے
باز رکھے تو تو اللہ کی پناہ طلب کر کہ وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا
ہے، تجھے پناہ عطا فرمادے گا۔

ایک مرد نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کئی غلام
ایسے ہیں جو مجھے دروغ گو اور جھوٹا کہتے ہیں، خیانت کرتے ہیں اور بے فرمانی بھی
کرتے ہیں۔ میں ان کو مارتا ہوں اور گالیاں دیتا ہوں۔ پھر میرا معاملہ ان کے
ساتھ کیسا ہوگا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُن کا خیانت کرنا، جھٹکانا
اور بے فرمانی کرنا۔ تیری اُن کو سزا دینے کے ساتھ حساب کیا جائے گا۔ اگر اُن
کو سزا دینا تجھے سزا دینے سے کم ہوگا تو تجھے اُن پر برتری و فضیلت حاصل ہوگی۔

اور اگر تیرا اُن کو سزا دینا اُن کے گناہ کے برابر ہوگا تو حساب بھی برابر ہو گیا۔
 اور اگر تیرا اُن کو سزا دینا اُن کے گناہ اور جسم سے بڑھ گیا تو
 اُس زیادتی کے برابر تجھ سے عوض لیا جائے گا۔ وہ مرد رسنے لگا اور بلند
 آواز سے فریاد کرنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تو نے
 قرآن نہیں پڑھا؟

وَلَضَعُ السَّمَوَاتِ فِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ خَلْقًا
 تَزَلَمُنَّ نَفْسٌ شَيْئًا
 وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ
 حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ
 أَتَيْنَا بِهَا وَكُفًى
 بِنَاحَا سَبْعِينَ (الانبیاء: ۴۷)

ہم بروز قیامت عدل و انصاف
 کا ترازو قائم کریں گے۔ پھر کسی
 پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کیا جائیگا
 (اگر کسی نے دنیا میں) رائی کے
 دانہ کے برابر بھی کوئی (ظلم یا عمل)
 کیا ہوگا تو ہم اسے بھی لائیں گے
 اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے

اُس آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اب میں
 اُن کی جدائی سے بہتر کوئی چیز بھی نہیں پاتا۔ پس میں آپ کو گواہ بنانا ہوں کہ میں
 نے اُن سب کو آزاد کر دیا۔ امام احمد اور ترمذی نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
 سے روایت کی۔

بدی دابدی سهل باشد جزا اگر مردی احسن الی من اُسَاء
 تزییل :- حسن خلق اور نرمی کے بہتر ہونے اور تکبر کی برائی کے بیان میں
 اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ
 اِنَّكَ لَعَلَىٰ خَلْقٍ عَظِيمٍ (القلم: ۴۱) یقیناً آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں

شَهِيدٌ هَذَا. فَقَالَ :
 هَذَا لِيَمَنِ اعْطَى الثَّمَنَ
 قَالَ يَا رَبِّ ! وَمَنْ
 يَمْلِكُ ذَاكَ ، قَالَ
 أَنْتَ تَمْلِكُهُ ! قَالَ لِمَ
 قَالَ لِعَفْوِكَ مِنْ
 أَخِيكَ : قَالَ يَا رَبِّ
 إِنِّي قَدْ عَفَوْتُ عَنْهُ
 قَالَ اللَّهُ تَعَالَى
 خُذْ بِيَدِ أَخِيكَ
 فَادْخُلْ الْجَنَّةَ
 ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 اتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا
 ذَاتَ بَيْنِكُمْ فَإِنِ اللَّهُ
 يُصْلِحْ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ
 الْقِيَامَةِ (رواه الحاكم
 والبيهقي وسعد بن منصور عن النس)

شہید کیلئے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ
 فرمائے گا۔ یہ اُسی کے ہونگے جو
 اسکی قیمت ادا کر دے گا۔ عرض کرے
 گا۔ اے میرے رب ! ان کا مالک
 کون بن سکتا ہے ؟ اللہ تعالیٰ
 فرمائے گا تو بھی ان کا مالک بن
 سکتا ہے۔ عرض کرے گا وہ کیسے ؟
 فرمائے گا۔ اپنے بھائی کو معاف
 کر کے۔ عرض کرے گا کہ میں نے
 اپنے بھائی کو معاف کر بھی دیا۔ اب
 اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ پھر اپنے
 بھائی کا ہاتھ پکڑ کر اسے جنت
 میں (اپنے ہمراہ) لے جا یہاں
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،
 نے فرمایا۔ اللہ سے ڈرو۔ آپس میں
 صلح کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ
 بروز قیامت بھی اہل ایمان کے
 درمیان مصالحت کروائینگے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت میں جب بہشتی بہشت
 میں اور دوزخی یعنی کفار بہنم میں داخل ہو جائیں گے تو ایک آواز دینے والا
 آواز دے گا۔ اے ظلم کرنے والو ! ایک دوسرے کو بخش دو۔ تمہارا ثواب
 اللہ تعالیٰ پر ہے۔ طبرانی نے حضرت انس سے اور ام ہانی سے بھی اسی طرح
 روایت کیا ۔

امام محمد الغزالی فرماتے ہیں کہ ان دونوں احادیث کے مصداق وہ لوگ ہیں جو ظلم کرنے سے تائب ہو چکے ہوں اور آئندہ کبھی بھی کسی پر ظلم نہ کرنے کا پختہ عہد کر چکے ہوں۔ یہی لوگ اذاب میں (اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے) ان ہی لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

إِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ
غَفُورًا (الاسراء: ۲۵) . کو بخشنے والا ہے .

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ یہی تاویل عمدہ اور درست ہے حکم عام نہیں ہے۔ اگر عام ہوتا تو کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہوتا۔

سوال : اگر کوئی کسی کی جان، مال یا عزت و آبرو پر ظلم کرے تو کیا اس کا بدلہ لینا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب : جتنا ظلم ہوا اتنا بدلہ لینا تو جائز ہے اور اس سے زیادہ حرام ہے اور بدلہ نہ لینا (معاف کر دینا) اولیٰ اور افضل ہے۔

چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا :-

فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا عَتَدُوا
عَلَيْكُمْ (البقرہ: ۱۹۴) تم اس سے اتنا بدلہ لو جتنا اس نے تم پر ظلم کیا تھا۔

یہ صیغہ امر (فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ) اباحت کیلئے ہے کیونکہ دوسرے

مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا :-

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا
بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ
وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ
خَيْرٌ لِّدِينِكُمْ بِرَبِّكُمْ ه

اگر تم سزا دینا چاہتے، ہی ہو تو انکو سزا دو مگر اس قدر کہ جتنی تم کو تکلیف دکی گئی تھی اور اگر تم صبر کرو تو صبر ہی بہتر ہے صابرین کیلئے۔ اور آپ صبر فرمائیے۔ آپ کا صبر تو فقط اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے۔

(النحل: ۱۲۶-۱۲۷)

اللہ تعالیٰ شانہ نے فرمایا :-

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ
مِثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ
فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ
إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ
وَلَمَنْ أَنْتَصَرَ بَعْدَ
ظُلْمِهِ فَأُوْلَئِكَ
مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ
إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى
الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ
وَيَبْغُونَ مِمَّا آذَوْا
بِغَيْرِ الْحَقِّ فَأُوْلَئِكَ
لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ
وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ
إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ
عَزْمِ الْأُمُورِ ۝

(الشوریٰ ۴۱ تا ۴۳)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

الْمُسْتَبَانَ مَا قَالَا فَعَلَا
الْبَادِي مِنْهُمَا مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومُ
رواه احمد ومسلم والرواؤ والترمذی
عن ابی ہریرہ - ۵

برائی کا بدلہ اُس جیسی ہی برائی ہے
پس جو شخص معاف کر دے اور صلح
کر لے تو اُس کا ثواب اجر اللہ تعالیٰ
پر ہے۔ بیشک وہ ظالموں کو دوست
نہیں رکھتا (یعنی دشمن رکھتا ہے)
اور جو اپنی مظلومی کے بعد بدلہ
لے لیں تو اُن پر (دنیا و آخرت
میں) کوئی مواخذہ نہیں بیشک
مواخذہ تو اُن لوگوں کا ہوگا جو
دوسرے لوگوں پر ظلم کرتے ہیں
اور زمین میں ناحق فساد برپا کرتے
ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کیلئے
دردناک عذاب ہے۔ اور جو صبر
کرے اور (اپنے اوپر کئے گئے ظلم)
معاف کر دے تو یہ یقیناً بڑی
ہمت کے امور میں سے (ایک) ہے۔

دو گالیاں دینے والوں میں گنہگار
وہ ہوگا جس نے ابتدا کی ہوگی۔
یہاں تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے

تالین کی ایک جماعت کہتی ہے کہ اگر کوئی آدمی دوسرے کو کہے "اے کتے" یا "اے خنزیر" یا "اے گدھے" تو بروز قیامت اللہ تعالیٰ (الیا کہنے والے سے) پوچھے گا کہ کیا تو نے دیکھا تھا کہ میں نے اُسکو کتا — یا — خنزیر یا — گدھا — بنایا تھا؟

فائدہ :- ظلم جس طرح مسلمان پر حرام ہے اسی طرح ذمی پر بھی حرام ہے کیونکہ اہل ذمہ کے ساتھ عہد کرنا دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد و پیمانہ ہوتا ہے۔ اس کو توڑنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عہد شکنی لازم ہوتی ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَذَفَ ذِمِّيًّا لَهُ حَدًّا
جس نے ذمی پر زنا کی تہمت لگائی
يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِيَسِيْرَ مِنَ النَّارِ
بروز قیامت اُس کو دوزخ کے
(رواہ الطبرانی عن واثلہ بن الاسود)

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

الْأَمِنْ ظَلَمَ مَعَاهِدًا
خبردار ہو جاؤ! جس نے ذمی پر ظلم
وَأَنْقَصَهُ مِنْ حَقِّهِ ۚ
کیا اور اُس کے حق کو کچھ کم کر دیا
كَلِمَةً فَنُوقَ طَاقَتَهُ
یا اُسکی طاقت سے زیادہ اُس سے
أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا
کام لیا یا اُس کی رضامندی کے بغیر
بِغَيْرِ طَيْبٍ لِنَفْسِهِ
کوئی چیز لے لی تو بروز قیامت خود
فَأَنَا حَاجِبُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
اُسکی طرف سے حجت قائم کروں گا۔

فائدہ :- جاننا چاہیے کہ شرک کے سوا جو گناہ بھی ہو اسکی سزا بالآخر ختم ہو جائے گی اگرچہ کتنا ہی بڑا اور کتنے ہی کثیر کیوں نہ ہوں پس ان احادیث کا مقتضایہ ہے کہ بندوں کے حقوق بالخصوص مظالم ہرگز معاف نہیں کئے جائیں گے اور نہ ہی مہمل چھوڑ دیے جائیں گے۔ مظلوموں کو ظالموں کی نیکیاں دے کر ان کا بدلہ ضرور دلا یا جائے گا حتیٰ کہ ان کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔

اب بھی اگر مظالم باقی بچ گئے تو مظلوموں کے گناہ ظالموں پر رکھ کر اُسکو دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔

جب اُسکے گناہوں کی سزا اگرچہ طویل مدت کے بعد ختم ہو جائیگی اور ظلم کرنے والے مومن اپنے مظالم سے پاک ہو چکے ہوں گے تو اُس وقت انکو بہشت میں داخل کر دیا جائے گا کیونکہ ایمان کا یہی تمنا ہے کہ ایمان کی جزا بہشت میں ہمیشہ رہنا ہے۔ امام بیہقی نے ایسے ہی فرمایا۔

لیکن مظالم کی نحوست اور شامت بد اعمالی کی وجہ سے کبھی کبھی ایمان چھین بھی لیا جاتا ہے (نعوذ باللہ منہا) حق تعالیٰ مظالم کے صادر ہونے سے ہم سب کو اپنی پناہ اور حفظ و امان میں رکھے (امین)۔

سے مباش درپئے آزار و ہرچہ خواہی کن کہ شریعت ما غیر از بس گناہے نیست
یعنی شریعت محمدی میں مظالم جیسا کوئی گناہ نہیں۔

فائدہ :- اگر کوئی ظالم ظلم کرنے سے باز آجائے اور سچی توبہ کر لے اور مظالم واپس کرنے کی یا مظلوموں کو راضی کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس صورت میں امید قوی ہے کہ اللہ تعالیٰ بروز قیامت اپنے نذرانہ معینب سے اُس کے مظلوموں اور حقداروں کو راضی کر دے گا۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ :-

رَجُلَانِ مِنْ أُمَّتِي جَثِيًّا	(بروز قیامت) میری امت کے دو
بَيْنَ يَدَي رِبِّ الْعِزَّةِ	آدمی رب العزت کے سامنے دوزانو
تَبَارَكَ وَتَعَالَى فَقَالَ	ہو کر بیٹھیں گے، اُن میں سے ایک
أَحَدُهُمَا يَا رَبِّ!	عرض کرے گا اے میرے رب!
نَفْذِي مَطْلِبِي مِنْ	مجھے میرے بھائی سے میرا حق دلا
أَخِي: فَقَالَ اللَّهُ أَسْطِ	(جو اُس نے مجھ پر ظلم کیا تھا) اللہ
أَخَاكَ مَطْلِبَهُ فَقَالَ	تعالیٰ دوسرے کو حکم فرمائے گا

کہ اپنے بھائی کے حقوق ادا کرے وہ
 عرض کرے گا۔ اے میرے رب
 میری تو تمام نیکیاں ختم ہو چکی ہیں
 کچھ بھی باقی نہیں۔ اللہ تعالیٰ مظلوم
 کو فرمائے گا۔ اب تو کیسے کرے گا۔
 اُسکے پاس نیکیوں میں سے کچھ بھی
 باقی نہیں ہے۔ وہ عرض کر لے گا
 اے میرے پروردگار! پھر وہ
 میرے گناہ اٹھالے۔ یہاں رحمت
 عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمہ ہائے
 مازاغ سے آنسو مبارک جاری
 ہو گئے اور فرمایا وہ دن سخت ترین
 دن ہوگا۔ اُس دن لوگ محتاج
 ہونگے کہ کوئی اُن کے گناہ اٹھالے
 (مگر ایسا نہیں ہو سکے گا)۔ پھر
 اللہ تعالیٰ مظلوم کو فرمائے گا
 سر اوپر اٹھا اور دیکھ بہشت میں
 وہ سر اٹھا کر اوپر دیکھتے ہوئے
 عرض کرے گا۔ اے میرے رب
 میں سونے اور چاندی کے بلند و
 بالا شہر دیکھ رہا ہوں جو مروارید
 اور موتیوں سے مرصع و مزین ہیں
 یہ تو کسی نبی یا کسی صدیق یا کسی

يَا رَبِّ : لَمْ يَبْقَ
 مِنْ حَسَنَاتِي شَيْءٌ -
 فَقَالَ اللَّهُ كَيْفَ تَصْنَعُ
 لَمْ يَبْقَ مِنْ حَسَنَاتِهِ
 شَيْءٌ؟ فَقَالَ يَا رَبِّ :
 يَحْمِلُ مِنْ آوْزَارِكُ
 وَفَاضَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 بِالْبُعْكَارِ وَقَالَ إِنَّ ذَلِكَ
 يَوْمٌ عَظِيمٌ يَوْمٌ
 يُخْتَابُ النَّاسَ إِلَى
 أَنْ يَحْمَلَ عَنْهُمْ
 آوْزَارَهُمْ فَقَالَ اللَّهُ
 ارْفَعْ رَأْسَكَ
 فَانظُرْ فِي الْجِنَانِ
 فَرَفَعَ رَأْسَهُ
 فَقَالَ يَا رَبِّ!
 أَرَى مَدَائِنَ مِنْ
 فِضَّةٍ مَرْفُوعَةٍ
 وَمِنْ ذَهَبٍ وَ
 مَكَلَلَةٍ بِالسُّلُوفِ
 لِأَيِّ نَبِيٍّ أَوْ لِأَيِّ
 صِدِّيقٍ أَوْ لِأَيِّ

مزید ارشادِ ربانی ہے :

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ
لِنْتَ لَهُمْ وَ كَوْنْتَ
فَنظًّا غَلِيظًا الْقَلْبِ
لَا نُفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ
فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ
لَهُمْ وَ سَأِوْدُهُمْ
..... الآية

(ال عمران : ۱۵۹)

اللہ تعالیٰ اپنے خواص کے حق میں فرماتے ہیں :-

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ
يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ
هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ
الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا
(الفرقان : ۶۳)

اللہ تعالیٰ کے خاص بندے وہ ہیں
جو زمین پر نرمی اور وقار کے ساتھ
چلتے ہیں اور جب کوئی جاہل ان
سے جاہلانہ گفتگو کریں تو وہ ان کو
صرف یہ کہتے ہیں کہ تم پر سلام ہو۔

شرح آیت :-

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا
یعنی اگر جاہل لوگ ان کے ساتھ جاہلانہ اندازِ مخاطب میں گفتگو کریں تو اللہ
تعالیٰ کے بندے ان کے جواب میں ایسی کلام کہتے ہیں جو دل آزاری اور گماہ سے
بچنے کا باعث ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص رفتی و نرمی سے محروم
رہا وہ ہر چیز سے محروم رہا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے جبریر سے۔
اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے نزدیک تم میں سے

زیادہ پسندیدہ وہ لوگ ہیں جو ————— نیک اخلاق رکھتے ہیں۔ امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا۔

صحیحین میں ہے کہ تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو نیک اخلاق رکھتے ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :-

انَّ الْمُؤْمِنَ كَيْدٌ لَكَ
بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةٌ
فَأَيْسَرُ الْمَيْلِ وَصَائِمِ
النَّهَارِ .
(رواہ ابوداؤد)

بے شک مومن اپنی نیک خلقی کے سبب وہ مرتبہ و مقام پالیتا ہے جو تمام رات نماز میں رہنے والے اور سارا دن روزہ رکھنے والے کو نصیب ہوتا ہے۔

میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ اچھے اور نیک اخلاق کی عملاً تکمیل کروں

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
لِعَيْتٍ لَا تُسَمُّ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ
رواہ مالک فی مؤطا و احمد عن ابی ہریرۃ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

جو کوئی بھی اللہ کیلئے تواضع و انکساری کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے بلند فرمادے گا۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ
اللَّهُ - رواہ ابو نعیم
فی الحلیۃ عن ابی ہریرۃ

حدیث قدسی میں ہے . (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں)

کبریائی اور تکبر میری چادر ہے۔
عظمت و بزرگی میرا کمر بند ہے۔
پس جو کوئی ان میں سے کسی ایک کے متعلق بھی مجھ سے منازعت کرے گا میں اسے جہنم میں پھینک دوں گا۔ احمد اور ابوداؤد

اَنْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعُظْمَةُ
اَزَارِي فَمَنْ نَازَعَنِي
فِي دَاخِلِيٍّ مِنْهُمَا
فَرَمْتِيهِ فِي النَّارِ
رواہ احمد و ابوداؤد
و ابن ماجہ

اور ابن ماجہ نے ابی ہریرہؓ سے
اور ابن ماجہ نے ابن عباسؓ سے
بھی روایت کیا۔ اور حاکم نے ابی
ہریرہؓ سے روایت کی کہ کبریائی
میزی چادر ہے جس نے یہ چادر
کھینچی میں اُسے تباہ برباد کر دوں گا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ مَاجَةَ
عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ
وَرَوَى الْحَاكِمُ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ الْكِبْرِيَاءِ
رِدَائِي وَمَنْ نَأَزَعَنِي
فِي رِدَائِي قَصَصْتُهُ -

شرح حدیث :-

ان دونوں احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ
فرماتے ہیں کبریائی ہو یا عظمت یہ دونوں میری خاص چادریں ہیں، میری صفات
ہیں۔ پس جو کبھی مجھ سے یہ چادریں اتارنے اور خود پہننے کی ناکام کوشش
کرے گا۔ یعنی تکبر کرنے لگے یا خود ساختہ عظیم بننے لگے تو میں اُسکو جہنم میں
میں ڈالوں گا۔ برباد اور ہلاک کر دوں گا۔

دادیم ترا گنج مقصود نشان
گر مانر سیدیم تو شاید برسی

رَزَقْنَا اللَّهُ وَسُبْحَانَهُ مِنَ الْخِصَالِ مَا يُرْضَاهُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ
لِعَالِي أَوْلَا وَأَخِيرًا وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَالْبَرَكَاتُ عَلَى رَسُولِهِ
وَالِهِ وَصَحْبِهِ وَمُتَّبِعِ سُنَّتِهِ لِعَزْوِنِهِ تَعَالَى -

تمام شد محمدہ تعالیٰ ترجمہ نسخہ صحیحہ حقیقت الاسلام جامع حقوق عباد
و پروردگار نام۔ مصنفہ سلالۃ العلماء ذبذبة الفقہاء مفسر کلام اللہ حضرت قاضی
ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ۔

مترجم :- معصیت نقش رسول بخش علی اللہ تعالیٰ عنہ
وَعَنْ وَالِدِيهِ أَوْ عَنْ أَحِبَّائِهِ وَأَوْلَادِهِ وَمَتَعَلَّقِيهِ بِجَاهِ حَبِيبِهِ وَرَسُولِهِ
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ بِوَحْتَمَلِ بِأَرْحَمِ الرَّاحِمِينَ

شانِ رافتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

عن انس بن مالك قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ،
حياتي خير لكم ينزل على الوحي من السماء ، فاخبركم بما يحل لكم
وما يحرم عليكم !

وَمَوْتِي خَيْرٌ لَّكُمْ تَعْرِضُ عَلَيَّ أَعْمَالَكُمْ كُلَّهَا خَيْرٌ لَّكُمْ ، فَمَا كَانَ مِنْ حَسَنٍ حَمَدْتِ
اللَّهَ عَلَيْهِ ، وَمَا كَانَ مِنْ ذَنْبٍ اسْتَوْهَبَ اللَّهُ ذُنُوبَكُمْ

(رواه محدث ابن جوزي) الوقاصف ۸۱

مفہوم حدیث :- حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا تمہارے لئے میری زندگی بہتر ہے کہ مجھ پر آسمان
سے وحی نازل ہوتی رہتی ہے تو میں تمہیں حلال و حرام اشیا کی
خبر دیتا رہتا ہوں ۔

اور تمہارے لئے میری وفات بھی بہتر ہے کہ ہرچیز مجھ پر تمہارے
اعمال پیش کئے جاتے ہیں ۔ عمل اچھے ہوتے ہیں تو میں اللہ تعالیٰ
کی حمد و ثنا کرتا ہوں ۔ اگر عمل برے ہوں تو میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ
سے مغفرت طلب کرتا ہوں ۔

حضور صلی علیہ وسلم کا فخرِ اختیاری

عن ابی امامة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، عرض
ربى بطهار ملة ذهبا، فقلت: لا يارب! ولكن اجوع يومًا واشبع
يومًا فاذا شبعت حمدتك وذكرك واذا جعت تضرعت اليك
ودعوتك، (الوفاء، ص ۴۷)

حدیث کا مفہوم: حضرت ابی امامہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم
نے فرمایا، میرے رب نے مملکت کی وادی بطحا سونا بنا کر مجھے پیش کی
تو میں نے عرض کی: اے میرے رب مجھے یہ نہیں چاہیے۔ بلکہ میں ایک
دن بھوکا اور ایک دن سیر ہو کر رہوں گا۔ پس جس روز سیر ہوں گا تو آپ کی
حمد و شکر کروں گا۔ اور جس دن بھوکا رہوں گا تو تجھ سے ہی تفرغ کرتے
ہوئے مانگوں گا۔

وَإِحْسَنُ مِنْكَ لَمُرَّةً قَطُّ عَيْنٍ
وَإَجْمَلُ مِنْكَ لَمُرَّةٍ نِسَاءٍ
خُلِقْتَ مَبْرُوءٍ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا شَاءَ

مُتْرَجِمٌ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ كَالنَّعِيَةِ كَلَامٌ

نَحْمُ الرُّسُلَ هَادِي سَبَلِ آمِدِ مُحَمَّدٍ مُصْطَفَى ^{۱۰}	بَاعَثَ اِيْجَادِ عَالَمٍ فَمِنْ جَمَلِهِ اَنْبِيَاءُ
بِرِزْمِ حَسَنِ اَنْزَلِ آمِدِ مُحَمَّدٍ مُصْطَفَى ^{۱۰}	بِحَوْلِ بَارِيْدِ اَسْمَاءِ حَمِيَّتِ پُرُوْدِ كَارِ
شَمْسِ دُرِّ خَجَلِ اَنْ شَدَّ آمِدِ مُحَمَّدٍ مُصْطَفَى ^{۱۰}	اَنْ رِيْحِ پَرِنُوْرٍ اَوْ رُوْشَنِ شَدَّ اَنْفِ اَسْمَاءِ
چَوْنِ اَنْ شَكُوْنِ مَكَانِ آمِدِ مُحَمَّدٍ مُصْطَفَى ^{۱۰}	اَنْ پَسِيْءِ رَجْمِ شِيْطَانِ نَحْمِ رَاكِ كَرْدِ حَكْمِ
رَطْبِ اللِّسَانِ اَنْ شَدَّ آمِدِ مُحَمَّدٍ مُصْطَفَى ^{۱۰}	كَرْدِ مَنْزِلِ مَدْحِ تُوَانِدِ كَلَامِ پَاكِ خُودِ
شَاْفِعِ حَشْرِ پَشِيْخِ خَلِ آمِدِ مُحَمَّدٍ مُصْطَفَى ^{۱۰}	عَاَصِيَا اَنْ مَكْنِيْنَ مَشُوْرٍ رِزْمِ رَهْ مَجْوُوْبِ رَا

وَصَلَّى اللهُ عَلَى جَسِيْدِهِ سَيِّدِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
وَأَصْحَابِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ دَائِمًا اَبَدًا اَبَدًا

الاولاد میں

☆ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا:

- ۱۔ موت سے محبت کر، زندگی عطا کی جائے گی۔
- ۲۔ پیغمبروں کی میراث علم ہے اور فرعون، قارون کی میراث دولت ہے۔
- ۳۔ جو اللہ کے کاموں میں لگ جاتا ہے اللہ اس کے کاموں میں لگ جاتا ہے۔

☆ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

- ۱۔ جو شخص خود کسی منصب کا طالب ہو اسے اس پر مقرر نہ کیا جائے۔
- ۲۔ سب سے بد نعت حاکم وہ ہے جس کے سبب رعایا بجز جائے۔
- ۳۔ کسی شخص پر بھروسہ نہ کرو جب تک اسے غصہ کی حالت میں آزمانہ لو۔

☆ حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

- ۱۔ تعجب ہے اس پر جو موت کو حق جانتا ہے اور پھر ہنستا ہے۔
- ۲۔ تعجب ہے اس پر جو دنیا کو فانی جانتا ہے اور پھر اس کی رغبت رکھتا ہے۔
- ۳۔ اے انسان! اللہ نے تجھے اپنے لئے پیدا کیا ہے اور تو دوسروں کا ہونا چاہتا ہے۔

☆ حضرت علیؓ نے فرمایا:

- ۱۔ وہ علم بہت بے قدر و قیمت ہے جو زبان تک رہ جائے۔
- ۲۔ دو بھوکے کبھی سیر نہیں ہوتے: ایک طالب علم اور دوسرا طالب دنیا۔
- ۳۔ فرائض کو ضائع کر کے نوافل کے ذریعے قرب خدا حاصل نہیں ہو سکتا۔

☆ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا:

- ۱۔ توبہ کرنا کمال نہیں۔ توبہ پر ثابت قدم رہنا کمال ہے۔
- ۲۔ سب کچھ چھوڑ کر پہلے اکل حلال (حلال کھانا) کے حصول کی کوشش کر۔
- ۳۔ جس حقیقت پر شریعت شہادت نہ دے وہ بے دینی ہے۔

☆☆ کوئی عورت نبی نہیں ہوتی تو کسی عورت نے خدائی کا دعویٰ بھی نہیں کیا۔ پھر انبیا اولیاء صلیق

اور شہید اسی کی گود میں پرورش پا کر بڑے ہوئے۔ (ربیعہ بصری)

دل کو قابو میں رکھنا اور اختیار ہونے پر ناجائز خواہشات سے بچنا ہی مردانگی ہے۔ (ربیعہ بصری)

المدینہ دارالاشاعت

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ ۸ اردو بازار۔ لاہور فون نمبر: 7320682

ہماری معیاری مطبوعات

مصنف	کتاب	مصنف	کتاب
مظہر حسین	تاجدار کائنات کی نصیحتیں	سید رسول ترگوی	ورفعنا لک ذکرک
طاہر حمید تنولی	فرمودات قائد انقلاب	محمد اکرام شاہ جیلانی	نصاب جمال
عبد الغنی تائب	مشعل سیرت	انوار فریدی	شیشہ آنکھیں پتھر ہاتھ
ضیاء نیر	سفر نور	پروفیسر محمد رفیق	سوانح حیات (سیدنا طاہر علاؤ الدین)
نور احمد نور	صدائے درد	محمد عمر حیات الحسینی	مجالس مرشد (سیدنا طاہر علاؤ الدین)
محمد صادق قصوری	رباعیات نقشبند	انوار فریدی	پگھل جائیں گی زنجیریں
ماجد صغیر قریشی	توحید بدعت کی زد میں	پروفیسر محمد رفیق	جہان نعت
جنس محمد الیاس	ظہور مصطفیٰ ﷺ	ظفر اقبال محسن	فن مضمون نویسی
محمد عمر حیات الحسینی	پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری	پروفیسر محمد رفیق	دعوت کا انقلابی طریق کار
پروفیسر محمد رفیق	جدید مسائل کا اسلامی حل	صوفی فیض بن بابا	فیضان عشق
انوار فریدی	ہر شہر میں جنگل پھیل گیا	رضا محمد شاہ ہاشمی	تحفہ الرضاء فی میاد مصطفیٰ ﷺ
محمد ابراہیم حنیف نقشبندی	میرے مرشد گرامی	محمد حنیف حیرت	لوح و قلم
		پروفیسر محمد رفیق	جنسی سیلاب مسلم شباب



ہماری معیاری مطبوعات



مصنف	کتاب	مصنف	کتاب
مظہر حسین	تاجدار کائنات کی نصیحتیں	سید رسول ترگوی	ورفعنا لک ذکرک
طاہر حمید تنولی	فرمودات قائد انقلاب	محمد اکرام شاہ جیلانی	نصاب جمال
عبدالغنی تائب	مشعل سیرت	انوار فریدی	شیشہ آنکھیں پتھر ہاتھ
ضیاء نیر	سفر نور	پروفیسر محمد رفیق	سوانح حیات (سیدنا طاہر علاؤ الدین)
نور احمد نور	صدائے درد	محمد عمر حیات الحسینی	مجالس مرشد (سیدنا طاہر علاؤ الدین)
محمد صادق قصوری	رباعیات نقشبند	انوار فریدی	پگھل جائیں گی زنجیریں
ماجد صغیر قریشی	توحید بدعت کی زد میں	پروفیسر محمد رفیق	جہان نعت
جنس محمد الیاس	ظہور مصطفیٰ ﷺ	ظفر اقبال محسن	فن مضمون نویسی
محمد عمر حیات الحسینی	پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری	پروفیسر محمد رفیق	دعوت کا انقلابی طریق کار
پروفیسر محمد رفیق	جدید مسائل کا اسلامی حل	صوفی فیض بن بابا	فیضان عشق
انوار فر	ہر شہر میں جنگل پھیل گیا	رضا محمد شاہ ہاشمی	تحفۃ الرضانی میلاد مصطفیٰ ﷺ
105	میرے مرشد گرامی	محمد حنیف حیرت	لوح و قلم
قاضی ث	مفید الانام	پروفیسر محمد رفیق	جنسی سیلاب مسلم شباب

المدینہ دارالاشاعت

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ 38- اردو بازار، لاہور Tel: 042-7320682 Fax: 7312801